



پاکستانی پوائنٹ

پاکستانی پوائنٹ

شب چراغ

واصف علی واصف

ناشر:

گائشف پبلی کیشنز

۳۰۱۔ اے جومہ ٹاؤن لاہور فون: ۵۳۰۰۴۳۸

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب

شب چراغ

مصنف

واصف علی واصف

ناشر

کاشف پبلی کیشنز

۱-۳۰۱، جدہ ہٹاؤن - لاہور (پاکستان)

فون : ۵۳۰۰۳۳۸

سرورق

محمد صنیف رائے

زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

قیمت

200 روپے

علم و ادب

ڈسٹری بیوٹرز:

الکریئم مارکیٹ اردو بازار لاہور

انتساب

والدین کے نام
جن کی مٹاؤں کی بدولت میں
”شب چراغ“ پیش کر رہا ہوں

فہرست

یم بہ یم

- ۱۵ _____ ممد باری تعالیٰ، یا الہی تو کار ساز و کریم
- ۱۸ _____ ہار کا ہمدیت میں تو ایک قلم زم رحمت وسیع دے پائیں
- ۲۱ _____ بعد از خدا بزرگ تویی یا نبی تیرا کرم در کار ہے
- ۲۲ _____ میلاد نبی: مبارک اہل ایمان کو کہ ختم المرسلین آئے
- ۲۶ _____ معراج کی رات! بام اقصیٰ سے چلا رشکِ قمر آج کی رات
- ۲۹ _____ شیرِ یزدان! علی مولائے زندان جہاں ہے
- ۳۲ _____ لافقی! بس رہی ہے فضاؤں میں خوشبو
- ۳۵ _____ امام حسین! اسلام اے نورِ اول کے نشان
- ۳۷ _____ گنج بخش فیضِ عالم! اسلام اے سیدِ جمہورِ قطب الاولیاء
- ۴۰ _____ خواجہ جی! خواجہ ملن کی پیاس ہے دل میں مینوں میں برساتیں ہیں!
- ۴۱ _____ خواجہ معین الدین: آفتابِ روستے احمد کی دہشتدہ کرن
- ۴۳ _____ فرید الدین سخود گنجِ شکر: جہد و زہد نہسیار گنجِ شکر! افریڈ
- ۴۵ _____ چل خسرو گھر اپنے : میں مائی کی سورتی، مائی میرا ریس
- ۴۷ _____ کلیم بُودرتی! الحمد از حسبِ دنیا الحمد
- ۵۳ _____ مے شوق: تری شان بُودرتی، میرا ذوق خاک بازی
- ۵۴ _____ طائرِ لاجوتی: میں نمرؤ مستان: میں شوقیِ زندان
- ۵۵ _____ زندگی: زندگی اپنے لٹو کا نام ہے
- ۶۱ _____ کاروانِ حیات: کاروانِ زندگی بہیم روان ہے صبح و شام

- نوائے راز : شب انتظار کی بات ہوں غم برقرار کی بات ہوں ۶۴
- بندہ و بندہ نواز : بنا چار تنکوں کا آشیاں کہ تڑپ تڑپ اٹھیں بجلیاں ۶۷
- یوم شوکت اسلام : اے خوش یوم شرکت اسلام ۷۰
- وطن کا مجاہد : اسلام اے عظمت شان وطن ۷۳
- میں کون ہوں - بادل ہوں : میں مجھوم کے اٹھا ہوں ۷۵
- مسافر : فروزاں بچن سے جا رہا ہوں ۷۹
- راتیں : (جہاد کا تصوراتی خاکہ) شرح دلیل ہیں گیسوئے مغیرا تیں ۸۲
- ”جنون و خرد“ : خرد کا اصل یہی ہے کہ بے رحیم و لعین ۸۵
- قسطے : (۱) خرد کی موت بنی ہے (۲) خرد صحرا جستی ہے ۹۲
- دور کی آواز : آ رہی ہے یہ دور سے آواز ۹۳
- بعضوہ اقبال : اسلام اے ملت اسلامیہ کے جان نثار ۱۱۱
- قائد اعظم : آدیکھ ذرا رنگ چمن قائد اعظم ۱۱۳
- دُعا : الہی واسطہ رحمت کا تجھ کو ۱۱۵

سخن در سخن

- ردائے شب سے ورا آفتاب تھے کتنے ۱۲۷
- ظاہر میں گرچہ جسم مرابے خورشید ہے ۱۲۸
- گرد سفر میں قافلہ ملت کا اٹ گیا ۱۲۹
- گلہ نہیں بنے اگر تیں تری نظر میں نہیں ۱۳۰
- راز دل آشکار آنکھوں میں ۱۳۱
- آنکھ برسی تو بے بہا برسی ! ۱۳۳
- ہر شام گرچہ آئی نظر حوصلہ شکن ۱۳۴
- جو لوگ سمندر میں بھی رہ کر رہے پیاسے ۱۳۵
- رستے میں اک شجر ہے زمیں پر پڑا ہوا ۱۳۶
- ہر چہرے میں آتی ہے نظربار کی صورت ۱۳۷

- ۱۳۹ — میں ہر اک موج کے تبارہ بھرنے والا
- ۱۴۰ — چھوڑ کر جاؤ مجھے رنگِ مدارات سمجھ
- ۱۴۱ — ہر انسان یہی کہتا ہے، دیکھو تو اب کیا ہوتا ہے
- ۱۴۲ — لب پہ آکر رو گئی ہے عرضِ حال
- ۱۴۳ — یہ روشنی ہے مانگی ہوئی آفتاب سے
- ۱۴۵ — کب رات کٹے کب ہو حرکت نہیں کئے
- ۱۴۶ — کل تک جو کر رہے تھے بڑے حوصلے کی بات
- ۱۴۷ — تو فیصلہ ترکِ ملاقات میں گم ہے
- ۱۴۸ — کیا جلتی ہوئی ریت پہ ہم ڈھونڈ رہے ہیں
- ۱۴۹ — سنگِ درجیت ہے اور سرِ غریب کا !
- ۱۵۰ — نہ آیا ہوں نہ میں لایا گیا ہوں
- ۱۵۱ — تیری نگاہِ لطف اگر مبسفر نہ ہو
- ۱۵۲ — کبھی بلا کے کبھی پاس جل کے دیکھ لیا
- ۱۵۳ — تنہا سفر میں یا میں کسی آنجن میں ہوں
- ۱۵۴ — تیری طلب میں جاں پہ لب ہو گیا ہوں میں
- ۱۵۵ — شام تو شام، صبح بھی ہے رات
- ۱۵۶ — میں اسیرِ رنگ و بو پا بند آب و گل رہا
- ۱۵۷ — بلا ہے جو مقتدر میں رقم تھا
- ۱۵۸ — پھر تجھے یاد کر رہا ہوں میں
- ۱۵۹ — کیا سوچ کے آئے تھے تری بزم میں ہم آج
- ۱۶۰ — زندگی سنگِ دربار سے آگے نہ بڑھی
- ۱۶۱ — ترے قریب ہوئے جب سے اشکبار ہوئے
- ۱۶۲ — ہم غریبوں پہ عنایات، خدا خیر کرے
- ۱۶۳ — دیے ہیں تو نے زمانے کو بھر کے جامِ دوستو
- ۱۶۴ — دوستو ! دوستی کا نام نہ لو !

- زبان ہم ہیں تیرے گوش و گوشوں میں ————— ۱۶۵
- شکوہ تو نہیں بستی اگر و قصب الم ہے! ————— ۱۶۶
- سنبھل جاؤ غمین و الو خطر ہے ہم نہ کہتے تھے! ————— ۱۶۷
- ہر قدم دل کشی ہے کیا کیے! ————— ۱۶۹
- کس قدر پابند ہے تحریر کی ————— ۱۷۰
- عجب اعجاز ہے تیری نظر کا ————— ۱۷۱
- اپنی بستی کو ہم الم سمجھے ————— ۱۷۲
- ذرا لعل برہم کے خم دیکھنا ————— ۱۷۳
- ستم ہوں گے مگر پیہم نہ ہوں گے ————— ۱۷۴
- شب بستی کٹی ہے ہر مر کے ————— ۱۷۵
- کب اڑا لے گئی ہوا مست پوچھ ————— ۱۷۶
- ترے خیال نے بخشی تھی جو خوشی نہ رہی ————— ۱۷۷
- جذبات زیر گردش حالات سو گئے ————— ۱۷۸
- خالی پڑے ہیں جام کوئی بات کیجیے ————— ۱۷۹
- چمکتے جسم کے صحر کا اک سراب ہوں میں ————— ۱۸۰
- نشاط رنگ و بو سے بے نیاز آرزو ہو کر ————— ۱۸۱
- میں آرزوئے دید کے کس مرحلے میں ہوں ————— ۱۸۲
- میرے سر پر جو ٹوٹا تھا ————— ۱۸۳
- اپنی مٹھل میں مجھے بلوائے دیکھ ————— ۱۸۴
- کون کسی کا اس دنیا میں کس نے بیت نجائی ————— ۱۸۵
- میں خود تلاطمِ قلزم ہوں خود ہی دشت کی پیاس ————— ۱۸۶
- چمنوں کمان کے میں ہوں راز جو ہر بستی ————— ۱۸۷
- عیان تھا جس کی نگاہوں پہ عالم اسرار ————— ۱۸۸
- وہ نہیں ملتا جسے مانگا گیا! ————— ۱۸۹
- تلاش کرتا رہا دشت میں جسے آئو ————— ۱۹۰

- ۱۹۱ _____ ود جو کردار کا مشال ہے
- ۱۹۲ _____ قیامت کس طرح آئی۔ اسے کوئی نہیں سمجھا
- ۱۹۳ _____ وہ پاس تھا تو مجھے منزلیں دکھاتا تھا
- ۱۹۴ _____ بول حرف نہ دیا، تقریر طولانی نہ کر
- ۱۹۵ _____ رونقِ جوہِ طرب، یاد نہ کر

کرن کرن

- ۱۹۹ _____ شاہد و شہود : نور مجسم، خلق سے پہلے
- ۲۰۲ _____ اول و آخر : وانہ گندم، گناہِ اولیں
- ۲۰۳ _____ منکبت : یہ ایک لمحہ، جہانِ نو کا پیا بھر ہے
- ۲۰۴ _____ تملاش : میں نوجہ گر ہوں
- ۲۰۵ _____ فیصلہ : آدھا رستہ طے کر آیا
- ۲۰۶ _____ وینک : خیال کی حد توں میں شب بھر
- ۲۰۸ _____ صلابت : آفاقی تنویریں لے کر
- ۲۱۰ _____ تکمیل : امن کیا ہے ؟
- ۲۱۱ _____ تفساد : تجھے جی حق ہے، مجھے بھی حق ہے
- ۲۱۲ _____ شہرنگ : دل ہے — پتھر
- ۲۱۳ _____ پرانے کاغذ : چھپے ہوئے آتشیں خزیرے
- ۲۱۵ _____ رشتہ : جھل جھل جھل
- ۲۱۶ _____ برقا س : پٹیر چپ چاپ بکس گنگ، فضا میں خاموش
- ۲۱۹ _____ فرمائش : آخر اک دن

تن من (متفرق اشعار) دوہے

۲۲۳-۲۲۸ _____ معنی کنارے نہیں کھڑی جانا ہے اُس پار

کلام نو

- ۲۳۱ _____ نعت : من رانی کا مدعا چہرہ
- ۲۳۲ _____ باعثِ حروفِ دُعایا دِشِئیں
- ۲۳۳ _____ دُور سے اُڑ کے مرے دیں میں آئی مٹی
- ۲۳۴ _____ چاندنی رات میں کھلے چہرے
- ۲۳۵ _____ مرے جہاں کا نصاب چہرے
- ۲۳۶ _____ دُور تک بے مائیگی کا سلسلہ عکس کر
- ۲۳۷ _____ روشنی، کائنات کی خوشبو
- ۲۳۸ _____ تاروں پہ ڈالنے کے لیے جو کند تھی
- ۲۳۹ _____ چاند پانی میں یوں اُتر آیا
- ۲۴۰ _____ آپ جس دن سے مہراں ٹھہرے
- ۲۴۱ _____ رخصت کے وقت صبر کی تلقین کر گیا
- ۲۴۲ _____ مت پوچھ کہ میں کتنی بلندی سے گرا ہوں
- ۲۴۳ _____ ہم نے اپنے دُور میں کیا کیا دکھا ہے
- ۲۴۴ _____ قدم قدم پہ تھکا اک مرحلہ، میں کیا کرتا
- ۲۴۵ _____ پھر رنگا ہوں کو پیاس ہے آجا
- ۲۴۶ _____ اس کا کیا اعتبار اب سو جا
- ۲۴۷ _____ میں نے افکار کے چہرے سے ہٹایا پردہ
- ۲۴۸ _____ خوشبو سے رنگ، رنگ سے خوشبو نکال دے
- ۲۴۹ _____ وہ مرا ہم سقر ہو ممکن ہے
- ۲۵۰ _____ تلخی زبان تک تھی وہ دل کا بُرا نہ تھا
- ۲۵۱ _____ کیوں ٹوٹ گیا تارا؟
- ۲۵۲ _____ پنجابی کلام (انتخاب)

مِمْ بِہِ مِمْ

(نظسین)

یہاں دیکھو
دارت ملام



لَا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی
(اثبات)

حمد باری تعالیٰ

یا الہی تو کار ساز و کریم !
 بے نیازی تجھی کو زیبا ہے
 عالم شش جہت خفی و جلی !
 ہیں وجود و عدم تری تخلیق
 تیرے جلوے عیاں ہوئے ہر جا
 بے نیاز وجود نور ترا !
 عرشی و سرشتی نوری و ناری
 گنج مخفی بھی آشکار بھی تو
 کب رستم ہو سکے ثنا تیری !
 کوئی ہمسرنہ بے شریک ترا
 تو نے بخشا ہے سب کو ذوقِ نمود
 موجِ قلم تری جبِ سال ترے
 اپنے اپنے مدار میں گرداں
 قلب مضطر کا تو تدار و سکوں

مادر اتے حدوث نور تدریم
 اول و آخر و خیر و عظیم
 سب کا خالق ہے تو محیط و مقیم
 دم بدم ہر جگہ عیاں و عدیم
 رنگ گلِ بشنم و نسیم و شمیم
 آیت نہ دیکھنے کو قلبِ سلیم
 جن و انساں کریں تری تعظیم
 ہوازل یا ابد تری تسلیم !
 راقم اشجار ہوں بحورِ تسلیم !
 جو کرے دعویٰ وہ لعین و رجیم
 یہ کو اکبِ مستر، یہ شمسِ عظیم
 بہفت افلاک و ارض کا ہے نعیم
 یہ نجومِ فلکِ جمہیل و جسیم
 تو ہے ستار تو غفور و رحیم

تُو عیاں میں نہاں، نہاں میں عیاں
 تُو ہی قبّہ ارقاد و جبار!
 تیری ہیبت سے کانپتا ہے جہاں
 کافر و مشرک دہنود و یہود!
 جھی رہے ہیں ترے سہاے پر
 تُو بے رازق محافظ و مولا!
 عقل حیراں ہے فلسفہ گم ضم
 تیری تسبیح، کائنات کی خواہ
 تیرا احسان ہے بہ شکلِ نبی
 اپنے محبوب کی محبت بخش
 معصیت معرفت میں ہو تبدیل
 خاک ہو جاتے ماسوا کی طلب
 مومنوں کو ملے فغانِ سحر!
 تیرے بندے نہ ہوں نحیف و غریب
 راہ بر کون، کون ہے رہزن؟
 اپنے اسلام کی حفاظت کر!
 صورت و مسمیٰ ہیں کلام و کلیم
 منتقم تُو ہے، تُو نازلِ عظیم
 لقمہٴ ناری موتِ دہ ہو غنیم
 زندہ ہیں اس لیے کہ تُو ہے کریم
 مورِ بے مایہ ہو کہ فیصلِ شمیم
 آدمی ہے مگر ظلم و خصیم
 تجھ کو سمجھے کوئی کہاں کا فہیم
 ذرہ ذرہ کے عزیز و حکیم
 ذاتِ اقدس تری زلفِ رحیم
 اے شاہِ انس و جاں حکیم و حلیم
 دل سے ہوں دُور خواہشاتِ ذمیم
 صرف تیری لگن ہو عزمِ صمیم
 چاہنے والوں کو عطا ہو کلیم!
 تیرے باغی نہ ہوں امیر و ملیم؟
 دُودھ پانی کی ہو ذرا تقسیم
 لوگ کرنے چلیں ہیں کچھ تریم

تجھ کو اپنے حبیب کی ہے قسم !
 ہم بھی دیکھیں ذرا وہی جلوے
 ہو عطا اُلفتِ نبی کریم !
 سامنے ہوں نظر کے طور و کلیم
 منظرِ عینِ حق ہے ذاتِ نبی !
 مرکزِ محور و محبت و مقیم
 حُسنِ اِسمد ہے احسنِ تقویم
 منبرِ عرش پر میسانِ کمان

شانِ مولا ہو کیا بیاں و اصف
 اُس کا احسان ہے عظیم و قدیم

بارگاہِ صمدیت میں

تو ایک قلزمِ رحمتِ وسیع و بے پایاں
میں ریگزارِ تمنا میں تشنہٴ باراں !
ترا جمال کہ ہے کائنات کی تنویر !
میں اک مسافرِ شبِ تیرگی میں سرگرداں
تو ایک راز کہ ظاہر بھی ہو تو پُر اسرار
میں تیرے راز کا محرم میں تیرے فنِ کاش
تو سامنے ہو تو چھین جاتے تابِ نظارہ
میں آئینے میں ہوں گمِ مشعلِ دیدہ تیراں

شب چراغ

تُو لامکاں کاکیں اپنی ذات میں تنہا !
مری شریک سفر کیوں ہو کر دس دوراں
تُو وہ کہ نور تیرے سے ضیاء ازل و ہوا
میں تیرا شب میں مٹاتے روزِ زنداں
تُو خود قریبِ گِج جاں ہے تو بات الگ
میں ددری شبِ ہجراں میں شورشِ گریاں
تُو ایک برقِ تجلی کہ مہرِ وجود میں تُو !
میں ایک سنگ کہ اپنے وجود میں لرزاں
تُو وہ قدیم کہ آغا ہے نہ بے انجام ،
میں وہ کہ حادث و فانی و بے خبرِ انساں
تُو ہر خیال کی رفعت سے ارفع و اعلیٰ !
میں لاؤں کوئے الفاظِ شان کے شایاں !
تُو آئیکے تو مرے جسم کی کائنات میں آ
میں آگیا تیری چاہت میں اب کہاں کہاں
عجب نہیں تُو مرے غمکدے میں آ جاتے
عجب نہیں کہ مرے درد کو لے درماں !

بجا کہ عطفِ دُکرم بے کنارِ مے تیرا !
بجا کہ مجھ کو بے احساسِ تنگیِ داماں !
نگاہِ فکر سے پردے اٹھا مرے مولا ،
سبزِ فلک بھی دھواں ہے سبزِ نظر بھی دھواں
تجھے بے واسطہ تیری بقائے مُطلق کا ،
مرے وطن کی بقا کا بھی کچھ تو ہوساماں !

تُو ہی بتا کہ تجھے کیا کے ترا وِ اصف !
مے زبان کو دِل ، یا عطا ہو دِل کو زباں !

بعد از خدا بزرگ توئی

یا نبی تیسرا کرم درکار ہے
آزمائش میں مرا کردار ہے
دُشمنانِ دین کے زخے میں ہوں
حادثاتِ دہر کی یلغار ہے !
یا حبیب اللہ تیسرا ذکر بھی !
آج کے ماحول میں دشوار ہے
ہر نظر سہمی ہوئی ہر دل اُداس
زندگی اب زندگی پر بار ہے

عہدِ ماضی میں جو اُمت نئی چٹان
 آج وہ گرتی ہوئی دیوار ہے
 دین پر دُنیا مسلط ہو گئی،
 تیری اُمت بے کس و نادار ہے
 دین کی خاطر بلا تھا یہ وطن !
 دین کا آئین ہی درکار ہے
 دین کیا ہے تیری اُفت کے ہوا
 دین کا بس اک ہی معیار ہے

تُو نظر پھیرے تو طوفاں زندگی !
 تُو نظر کر دے تو بیڑا پار ہے !

میلاد النبیؐ

مُبَارک اہلِ ایمان کو کہ ختمِ المرسلین آئے
مُبَارک صدِ مُبَارک بانیِ دینِ ہمیں آئے
مُبَارک ہو کہ دُنیا میں شہِ دُنیا دیں آئے
چراغِ طور آئے، زینتِ عرشِ بریں آئے

کہ حُسنِ ذات، دینے کے لیے ذوقِ یقیں آئے
مُبَارک ہر جہاں کو رَحْمۃُ لِلْعَالَمِیْنَ آئے

یہ روزِ گن سے بھی پہلے زمانے کی کہانی ہے !
دو عالم میں مُسْتَدِکَا نہ تھا ثانی، نہ ثانی ہے !
نفا زیرِ قدم، اُن کی بقا پر حُکمرانی ہے !
مُحَمَّدؐ کے غلاموں تک کی مستیِ جاودانی ہے !

سرِ اپا عشقِ حق بن کر حسینوں کے حسیں آئے
مُبَارک ہر جہاں کو رَحْمۃُ لِلْعَالَمِیْنَ آئے

وہی حلم و طلحہ ہیں مُدَّثَرِیں مُزَمِّل ہیں
وہ کوثرِ مَنابِخِ آدم کی تفسیرِ مکمل ہیں!
امامُ الانبیاء ہیں، نور ہیں، انسانِ کامل ہیں
”خدا خود میرے مجلس ہے مُسَدِّ شمعِ محفل ہیں!“

دِلوں کو نور دینے کے لیے نُورِ مبیں آتے
مُبَارک ہر جہاں کو رَحْمۃُ لِلْعَالَمِیْنَ آتے

دِہمِ عیسیٰ، یدِ بیضا، آگے بے مَقَم اُن کا
کَلَامُ اللہ کی تفسیر ہے گویا کَلَام اُن کا
حیاتِ جادواں دیتا ہے دُنیا کو پیام اُن کا
خدا ہی جانتا ہے کس قدر پیارا ہے نام اُن کا

گنہگار و نہ گنہگار اَوْ شَفِیعُ الْمُذْنِبِیْنَ آتے
مُبَارک ہر جہاں کو رَحْمۃُ لِلْعَالَمِیْنَ آتے

درد دیوارِ طیبہ کے خوشی سے جگمگاتے ہیں
فضائیں رقص کرتی ہیں پرندے چھپھکاتے ہیں
ملائک خُرد غلاماں راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں
کہ سلطانِ زمانہ دہر میں تشریف لاتے ہیں

جبینِ اسماں جھکتی ہوئی سونے زمیں آئے
مُبَارک ہر جہاں کو سرحمدُ لِلْعَالَمِیْنَ آئے

دو عالم کے دلوں کو نور دیتا ہے جمال اُن کا
یہ جاں اُن کی یہ دِل اُن کا صفت اُن کی کمال اُن کا
یہ دین اُن کا چراغ اُن کے مذاق اُن کا وصال اُن کا
غلامِ کمتریں و اصطفیٰ علی کو ہے خیال اُن کا

مُحَمَّد کی غلامی میں قلوبِ العاشِقِیْنَ آئے
مُبَارک ہر جہاں کو سرحمدُ لِلْعَالَمِیْنَ آئے

معراج کی رات

بامِ اقصیٰ سے چلا رہتا ہے سحر آج کی رات
 فرشِ رہ ہو گئی تاروں کی نظر آج کی رات
 مشکمہ ہی ہی سہی انسان، مگر آج کی رات
 عرش پر کرنے گیا ہے وہ بس آج کی رات
 دھل گئے نور میں سب ارض و سما کون دھماں
 لامکاں ہمک ہوئی پروازِ بشر آج کی رات
 ”قابِ قوسین“ سے اُدنی ہے مقامِ محمود!
 سرنگوں کر گئی ادراک کا سحر آج کی رات
 عشقِ بے تاب کی کیا بات ہے اللہ اللہ!
 کھل گئے گنبدِ افلاک کے در آج کی رات
 شبِ اسریٰ پہ ہوں قربان ہزاروں راتیں،
 بزمِ ہستی کی ہے تابندہ سحر آج کی رات
 بے خبرِ رفعتِ آدم سے ہے جبریلِ امیں!
 منزلِ سدرہ ہوئی گردِ سفر آج کی رات

مرحبا سید مکی مدنی العسری !

عرش سے لائے دعاؤں کا اثر آج کی رات

حسن ہے حدِ تعین سے در آج کی رات

چل دیا سوتے خداؤں خدا آج کی رات

آج کی رات ہے تکمیلِ عروجِ آدم

حسنِ تخلیق پہ نازاں ہے خدا آج کی رات

آگیا جوش میں رحمت کا سمندرِ امشب

گنجِ مخفی ہوا مائل یہ عطا آج کی رات

نہمت و نور میں ڈھلنے لگے لمعاتِ جمال !

چشمِ فطرت ہوئی حیراں بخدا آج کی رات

دل دھڑکتے ہیں تاروں کے قمرِ چشمِ براہ

حور و غلاں نے کہا ملّیٰ آج کی رات

خوشبوئے گیسوتے دلیں سے مہکا عالم !

چشم "مازارغ" ہوئی جلوہ نما آج کی رات

بزمِ زنداں نہ ہوئی ورنہ یہ کہتا و اصف

حسنِ خود شوخیِ زنداں نہ ہوا آج کی رات !

دم بخود گردشِ افلاکِ زمیں آج کی رات
 سرنگوں چاند ستاروں کی جبین آج کی رات
 جگمگاتا ہی رہے عرشِ بریں آج کی رات
 لامکاں میں ہوا انسان نکمیں آج کی رات !
 شوقِ دیدار کی کیا بات ہے اللہ اللہ
 درمیاں نیم کا پردہ بھی نہیں آج کی رات
 منزلِ سبدرہ سے آگے ہے مقامِ محمود
 دیکھتے رہ گئے جبٹرِ یں آج کی رات
 حور و غلمان و ملائک کی زباں پر آیا !
 حُسنِ بے حدِ تعین سے حسیں آج کی رات
 جانے والا اے سب کچھ کہ بلانے والا !
 کوئی اس راز کا ہمارا نہیں آج کی رات
 رفعتِ صاحبِ لولاک کوئی کیا سمجھے
 خاک پر گستیِ رنجیِ عمل جبین آج کی رات
 آج کی رات دعا مانگ رہا ہے واصف
 کر عطار بے غلیٰ فتح نہیں آج کی رات !

شیریں دانا

علیؑ مولائے زمانِ جہاں ہے
 علیؑ شہیدِ اعظمِ مصطفیٰ کا
 علیؑ کی ضرب ہے ضربِ الہی
 علیؑ کے ہاتھ کو کیسے یرا لہ !
 علیؑ ہے کربلاؤں کی حقیقت
 علیؑ ساجدِ علیؑ سجدِ ہستی !
 علیؑ کی یاد سے ہستی بہاراں ،
 علیؑ شاہِ بخفت شاہِ ولایت
 علیؑ نورِ ہدیٰ کا رازداں ہے
 علیؑ گویا مسکینِ لامکاں ہے !
 علیؑ کا نام نصرت کا نشان ہے
 علیؑ "من کنتُ مولا" کا بیان ہے
 علیؑ کی داستاں کیا داستاں ہے
 علیؑ سجدوں کی غفلت کا نشان ہے
 علیؑ سے بغضِ عرفاں کی خزاں ہے
 علیؑ مولا، امامِ ہر زمان ہے

شب چراغ

علی غالب علی ارض وسموات
 علی شکل کثا علی نبوت !
 علی خیر شکر شیر الہی
 علی ہے واقف راز حقیقت
 علی داماد شاہ ہر جہاں ہے
 علی باب حقیقت بے گماں ہے
 علی مفتاح قلب آسمان ہے
 علی شرع و طریقت کا بیان ہے
 علی ہے رہنمائے جن دآدم
 علی لاریب میر کارواں ہے
 علی نے دین کو سچا ہو سے
 علی باغ نبی میں گلفشاں ہے

علی کی عین کے گوہر زالے
 علی خود معدن علم نہاں ہے
 علی قاری علی ت آن ناطق
 علی کا نور بر نوک سناں ہے

علی ہے ساتی تسنیم و کوثر
 علی ہے لافتنی "لا سیف" دالا
 علی خود تشنہ لب تشہ زباں ہے
 علی لیکن رضا کا پاسباں ہے
 علی کو میں علی کمدوں و لیکن
 علی کے فیض سے لاہور روشن
 علی کے دم سے اجمیری نشاں ہے
 علی سے خسر و شیریں بیاں ہے
 علی کا نام ہے کھیر میں صابر
 علی کا ہی نظام دہلوی ہے
 علی کی "لاٹ" ہی قطبی نشاں ہے

علیؑ پاکِ تین کی جانِ جاں ہے !	علیؑ خواجہ فرید الدینؒ کی منزل
علیؑ تبریز کا سترِ نہاں ہے !	علیؑ کے نام سے مولائے دمی
علیؑ لہک لہمی جسم و جاں ہے !	علیؑ کا فتنہ ہے فخرِ محمدؐ
علیؑ وحدت میں اک کثرتِ نہاں ہے	علیؑ ہے کاشفِ رازِ حقیقت
علیؑ کا نام ہی حُسنِ بیاں ہے !	علیؑ ہے شارحِ شانِ نبوت !
علیؑ جب بھی جہاں ہے دُریاں ہے	علیؑ ہے مرکزِ پرکارِ ہستی
علیؑ کی ذات ہی روحِ رواں ہے	علیؑ سے اولیاء کی زندگی ہے

علیؑ کی یاد ہے و اصف علیؑ کو
علیؑ خود اس زمیں کا آسماں ہے !

لافٹی

بس رہی ہے فضاؤں میں خوشبو
پھر کھٹکنے لگے ہیں جامِ دسبُو!
سوزِ دل سے چراغ جلتا ہے
دردِ غربت کہے میں پتا ہے
اُن کا فیضِ نظر ملا ہے مجھے!
اُن کی شفقت کا آسرا ہے مجھے
اُن کی مدحت مری مجال نہیں
ہے اُنہی کا، مرا کمال نہیں!

اُن کے ماتے سے پیار کرتا ہوں
 جان اُن پر نشا رکرتا ہوں
 جن کی ہیبت سے سرنگوں اصنام
 وہی مولا امام عالی مقام
 وجہ عرفانِ اولیائے جہاں
 زد میں ہیں جن کی لامکان و مکاں
 نام جن کا علیؑ اسد اللہ
 جن کا چہرہ بنا ہے وجہ اللہ
 سوز و ساز و سخن علیؑ مولا!
 سایہ ذوالمنن علیؑ مولا
 روبرجِ دمعن، علیؑ مولا!
 زینتِ انجمن، علیؑ مولا
 میرے من کی لگن علیؑ مولا!
 رازِ خیرِ شکن، علیؑ مولا!
 سترِ نہاں علیؑ مولا!
 بے نشانِ رانِ علیؑ مولا!

رہبرِ انس و جان علیؑ مولا
 بابِ علمِ رواں علیؑ مولا
 فخرِ ختمِ رسل علیؑ مولا
 آفتابِ بے غلے مولا !
 شیرِ یزداں علیؑ ولی اللہ
 شاہِ مرداں علیؑ ولی اللہ
 لافِ بڑا علیؑ حیدر
 ساقیِ میکہ علیؑ حیدر
 میں نگاہِ رسولؐ کے مقبول !
 وارثِ دینِ حقِ پناہِ بتولؑ
 فیضِ اُن کی نظر سے ملتا ہے
 کب ادھر یا ادھر سے ملتا ہے !
 میں نے جب بھی انہیں پکارے
 اک صد آئی تو ہمارا ہے !
 فیضِ عالم میں منظمِ شہِ انوار
 اُن کے مستعد میں ہوگا ٹیڑا پد

امام حسینؑ

السلام اے نورِ اول کے نشان
السلام اے راز دارِ کُن فکاں
السلام اے دستانِ بے کسی !
السلام اے چارہ سبازِ بیکیاں
السلام اے دستِ حقِ باطل شکن
السلام اے تاجدارِ ہر زمان
السلام اے ربِّ عِلمِ لدُن !
السلام اے فتحِ عارفاں !
السلام اے راحتِ دوشِ حق !
السلام اے راکبِ نوکِ سناں
السلام اے بو ترابی کی دھیل
السلام اے شہسبازِ لامکاں

السلام اے ساجدِ بے آرزو
 السلام اے رازِ رُفتِ دیال !
 السلام اے ذوالفقارِ حیدری
 السلام اے کشتِ تسلیمِ جاں
 السلام اے مستیِ جامِ بخت !
 السلام اے جنبشِ کون و مکان
 السلام اے رازِ رُفتِ آنِ میں
 السلام اے ناطقِ رازِ نہاں !
 السلام اے ہم نشینِ ریگِ دشت
 السلام اے کج کلاؤِ خسرواں !
 السلام اے دُرِ دینِ مصطفیٰ !
 السلام اے معدنِ علمِ رواں !

السلام اے گوہرِ عینِ علیؑ
 دینِ پیغمبر کے عنوانِ حبلی

گنج بخش فیضِ عالم !

السلام اے سیدِ مجبور قطبِ الاولیاء

السلام اے مرکزِ توحید، الزارِ الہ !

سطوتِ علمِ الیقین و شوکتِ دینِ مبس !

رہبرِ اقلیمِ عرفانِ محمد مصطفیٰ !

اے شہِ بطحے کے نور و کاشفِ رازِ مخفی،

شارحِ شانِ ولایتِ نورِ چشمِ مرتضیٰ !

قرنِ اول میں ترائیِ صبحِ اول کی نمود

مہرِ مائہِ عارفانِ ہند کے صدرِ العلّٰی

نو نشانِ عزم و وجہِ انِ قلوبِ مصالحین

رہبرِ صدق و صفا و منبعِ جود و سخا

گوہرِ نایابِ تُو ہے موجِ بحرِ نورِ حق !

حقِ پناہ و حقِ نگرِ حق کو حقیقتِ آشنا

خطِ لاہور میں سربستہ رازِ لا الہ

سرزمینِ شوق و مستی میں ہمارے کی فضا

کعبہ گنج شکر گنج ولایت گنج بخش !

قبلہ گاہِ خواجہ بہنہ والی روضہ ترا !

یا علی محمد دم بخور یی یہ ہے تیرا کرم

سرزمینِ پاک میں ہے آج نامِ کبش ثریا

اے فقیرِ صوفی و صدیق و صنایعِ سلوک

پاسبانِ سنت و شرع و سجدہ بے ریا !

یہ زمیں تیری ہے تیسے چلنے والوں کی ہے

ابتدا ہے لا الہ الا اس کی یہی ہے انتہا !

آج پھر ملت کو ہے اندیشہ کم مائیگی !

آیہ کالتقنطو کی شرح ہو جائے ذرا

اب ضرورت ہے شرابِ شوق کی اس قوم کو

جامِ اَکالا اللہ کو ساقی ذرا گردش میں لا !

توڑنا ہے پھر ہمیں گویا طلسمِ سامری !

گنج بخش فیضِ عالم ہویدِ بیضا عطا

لا الہ ہر دور میں تائم ربے گھا بیتیں

ہے یدِ مومن ہی گویا ہاتھ اب الشد کا !

سرزمینِ پاک پر ہے کرگوں کا کیوں ہجوم !
 کس کی غفلت سے ہوا ملت کا شیرازہ جدا !
 اے ظہورِ صورتِ بے صورتِ آقائے نکل !
 خدمتِ دینِ مہربان سے فیضِ عالم ہو گیا !
 تو بیانِ کشفِ محبوبِ نشانِ بے نشان ،
 اے شہیدِ حسنِ کاملِ گنجِ بخشِ پیٹھِ ما !
 استماں تیرا ہے گویا اک نشانِ دینِ حق ،
 تیرے در پر جھک گیا جو پا گیا راہِ خدا
 دنی و جاہِ میں گو بجی صدائے گنجِ بخش
 تیرا فیضانِ نظرِ قطرے کو دریا کر گیا !
 گنجِ بخشی ہے تری مشہورِ داتا گنجِ بخش !
 گاہے گاہے یک نگاہے برقیقِ بے نوا
 و اصفِ میکس چہ گوید ایں مقامِ حیرت است
 خواجہ من قبہ من گفت قولِ حقِ بجا !
 گنجِ بخشِ فیضِ عالمِ مظہرِ نورِ خدا
 ناقصاں را پیرِ کامل کا ملاں را رسنا

خواجہ جی

خواجہ ملن کی پیاس ہے دل میں نینوں میں برساتیں ہیں !
 تنہائی کے چُپ آگن میں مسری اُس سے باتیں ہیں !
 خواجہ مرے کا رازِ زالا، خواجہ نے تو رین اُجالا
 درسِ بنا جگ گھور اندھیرا دن اپنے بھی راتیں ہیں
 جگت گرد کی آنکھ کا تارا، خواجہ معین الدین ہمارا
 دولما ہے اجسیر نگر کا، گھر گھر میں باراتیں ہیں !
 وحدت، کثرت، بین طریقت، ہر چہرے میں ایک حقیقت
 قطبِ فرید نظام اور صابر ایک صفت کی ذاتیں ہیں !
 چشت نگر میں نس دن میلے، عشق یہاں محفل میں کھیلے
 آنکھ میں آنسو، لب پہ ترانے، یہ چشتی سوغاتیں ہیں
 رہنا ہے ہر حال میں راضی، خواجہ نگے جیون بازی
 خواجہ جی کی جیت ہمیشہ، مجھ پاپن کی ماتیں ہیں !
 آنکھ سے اُدھل دل میں بسیر امن موبن ہے خواجہ میرا
 واصف اس کی پریت زالی اس کی انوکھی گھاتیں ہیں

خواجہ معین الدین

آفتابِ روتے احمد کی درخشندہ کرن
 ماہتابِ کشورِ عرفان معین الدین حسن
 چشتیانِ سرزمینِ پاک کی مستی کا راز
 تُو سراپا جانِ محفلِ تُو چرخِ انجمن
 خواجہ عثمانِ ہارونی کی چشمِ التفات
 دارشِ دینِ محمدؐ نورِ چشمِ پنج تن !
 سر نہ چشمِ بصیرت بے ترے کچے کی خاک
 عینِ عشقِ مصطفیٰؐ بے پیرِ کمال کی لگن !
 سیدِ حمزہ قطبِ الادلیہ کا رازِ داں
 شاہِ بازارِ لامکان و جانِ منِ جانانِ من !
 تو منافق کے جگر پر ایک ضربِ آخری !
 ہند کے ظلمتِ کدے میں نورِ اول کی کرن
 یامعین الدین اجسیری بنامِ گنج بخشؒ
 سوتے ماضی لوٹ جائے گردشِ چرخِ کہن

منزلیں گم ہو گئیں رستے فضا میں کھو گئے
 شاہبازوں کے علاقے لے گئے زاغ و زغن
 خون سے اپنے شہیدوں نے کیا جس کو رقم
 پارہ پارہ ہو گیا اس داستاں کا پیرہن
 گل کھلیں گے یا اگیں گے خار دکھیا جائے گا۔
 آنندھیوں کی زد سے تو محفوظ ہو پہلے عین
 پھر نظامِ گلستاں ہو گا جنوں والوں کے پاس
 باندھ کر نکلے گی پوری قوم جب سر سے کفن!
 آگیا ہے لب پہ آخر آج حرفِ بدعا!
 اپنے سرمستوں کو خواجہ دیجئے اذنِ بزن

جانے کس دیوانگی میں ان سے ہوں میں ہمکلام
 میں کہ واصف ہوں کہ اسے والی شہریتین

فرید الدین مسعود گنج شکر

جہد و زہد انبیاء گنج شکر بابا فریدؒ
رہنمائے اولیاء گنج شکر بابا فریدؒ
حضرت خواجہ معین الدینؒ کی آنکھوں کے نور
مہر عرفاں کی ضیاء گنج شکر بابا فریدؒ
اس وطن کا نقشِ اولؒ ”خطۂ شہرِ پتن“
رہبروں کا پیشوا گنج شکر بابا فریدؒ
زندگی میں دایا ہوا جس کے لیے ”بابِ بہشت“
پیکرِ صبر و رنج گنج شکر بابا فریدؒ
جس نے ”محبوبِ الہی“ کو دیا رنگِ جمال
وہ چراغِ چشتیہؒ گنج شکر بابا فریدؒ

صابرِ کبیر کو اس در سے ملا رہبِ جلال
مصدرِ بابِ عطا گنجِ شکر بابا فرید

کیوں نہ ہو درِ زباں و اصف علی نامِ فرید
گوشہٴ دل پر لکھا گنجِ شکر بابا فرید

”چل خسر گھراپنے۔۔۔“

میں ماٹی کی مورتی، ماٹی میرا دیں
 ماٹی موری جاتے، میں لاتی سندس
 ماٹی بھید اگم کا، ماٹی کی کیا بات
 سندر پھول سے پوچھو ماٹی کیسا دیں !
 ماٹی میں جل، اگنی ماٹی پون جھکور
 ماٹی، ہی من موہنی، ماٹی کرے کلیں
 ماٹی، ماٹی کھا گئی، ماٹی مور کھ کوکھ !
 ماٹی، ماٹی جنم دے، ماٹی سو سو بھیں
 ماٹی بھولے پریم کو، جگ کجنگ بن جائے
 ماٹی جگ کا دیں ہے، جگ اس کا پردیں
 ماٹی کھڑ بولتی، بیتے جگ ہزار
 ماٹی لاگی دھڑکنیں، کھڑ کھڑ ہے چو دیں

شب چراغ

ماٹی آئے کوکھ سے، ماٹی کوکھ بے !
دھرتی ماما دھرم ہے، ماٹی کاندیس
ماٹی جگ کو موہ کے، جائے ماٹی سنگ
”گوری سوئے سچ پہ، ککھ پر ڈالے کیس !
خسرو کا گرا تما، واصف گر کی بات
امر کرے پر ماتما، ماٹی دیس بدیس !

”کلیم بوذری

الحذر از حُبِ ذیہ الحذر

یہ جہاں منزل نہیں ہے بگذر
خوبصورت ہے جہاں رنگِ دُور

کارِ داں سے ہی بھڑ جائے نہ تو
کتے دارا و کتہ در کھو گئے

ل گئے مٹی میں مٹی ہو گئے !
یہ جہاں فانی، فنا کو ہے قیام

اس جہاں میں کس کو حاصل ہے دوام
دُوب جاتے ہیں تارے، ماہتاب

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
شورِ فانی ہے مگر باقی سکوت

یہ نفس ہے ایک تارِ عنکبوت !
زندگانی موت کی تصویر ہے !

ہر تمنا پاؤں کی زنجیر ہے

موت سے ممکن نہیں ہرگز مفر
 نیستی ہستی میں دونوں ہمسفر
 کس لیے ہیں آرزو کے سلسلے
 سوچ تنہائی میں گرفتِ صفت ملے
 کیا رہے گا توں اس جاکیں
 کیا نہ جائے گا کبھی زیرِ زمیں !
 بے کہاں بچپن ترا ماضی کہاں !
 اب کہاں چہرے پہ باقی سُرِ خیاں
 تو مسافر ہے مسافر بن کے چل
 وقت کے دشوار رستے میں سنبھل
 ٹھگشِ ہستی میں آبیگنا نہ دار
 دیکھتا جا ان بہاروں کا نکھار
 لاکھ مُرغانِ چین ہوں نغمہ زن
 صوت کے جادو میں کھو جاتے نہ من
 دیکھ چُپکے سے خنداؤں کا ظلم
 دیکھ بن کر ایک آئینے کا جسم

برق میں تینکے ہیں یا تینکوں میں برق

موت دہستی میں ہے بس اتنا ہی فرق

خمرِ مستی پہ رکھ اپنی نگاہ !

اک شرر کافی ہے کرنے کو تباہ !

تجھ کو جانا ہے جہاں آباء گئے

جانے والے سب یہی فرما گئے !

تُو نے دیکھے ہیں جنازے بے شمار

تُو نے کیا دیکھا نہیں اپنا مزار

تجھ کو ہنگاموں سے فرصت بھی ملے

غور فرمانے کی مہلت بھی ملے !

بارِ پسنائے کوئی تجھ کو اگر !

جھوم جاتے ہیں ترے قلب و نظر

جھوٹ ہے تُو صاحبِ عرفان ہے

اے سگِ دنیا یہی بُہتان ہے

زہرِ پستی، زرقاشی، زرگری !

فقر کو سمجھا ہے تُو سوداگری !

تیری شہرت کے لیے ہے بندگی
زندگی کے بعد بھی شرمندگی

تو فقط ہے بندہِ حرصِ دہوا
بے خبرِ توفیق کو سمجھا ہے کیا

غم نہیں غم میں وہ ہے بے آرزو
فقر کی منزلِ مسلِ جستجو !

ہاں مگر وہ جستجو کچھ اور ہے
طالبِ مولیٰ کا اپنا طور ہے

اپنی منزلِ آپ جو طے کر گیا
وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا !

حُبِ دُنیا ہے تمنائے یزید !
طالبِ دُنیا کینہِ لگ پلید !

فقر کیا ہے فکرِ دُنیا سے نجات
فکرِ عقبیٰ افتد کا رازِ حیات

فقر ہے "الفقر فخری" بالیقین
فقر کے دامن میں مالِ دُزر نہیں

شب چراغ

فقر اور اندیشہ سود و زیاں؟

اک حسیں چہرے پہ چپک کے نشان؟

فقر ہے بے تابی قلبِ حزیں

فقر اشکوں کے سوا کچھ بھی نہیں

فقر ہے نانِ جویں کی داستاں

زیرِ پستی فقر کی حامل کہاں

فقر تاریکی میں ہے روشن دیا

”فقر کی آواز ہے بانگِ درا“

فقر کا جامہِ گلیم بو ذری

فقر کے بازو میں زورِ حیثی دری

فقر قرنیٰ، فقر جانی، فقر روم

فرش کیا ہے عرش پر ہے اسکی دھوم

فقر کے لب پر صدائے لاِ اِلٰہ

اندلس ہو، سندھ ہو، یا کربلا

فقر کی مستی کا عالم نسیم شب

حق سے بندے کو ملنے کا سبب

فقر کیا ہے ایک مردِ دیدہ ور
 ہر زمان و ہر جہاں سے باخبر
 فقرِ اِلّٰہ کی تفسیر ہے
 فقر کیا ہے بجدہ شبتیر ہے
 فقر ہے چاکِ گریبانِ حیات !
 فقر ہی ہے موجِ بحرِ اہم ذات
 فقر کے دم سے ہے قائمِ انجمن
 فقر کے در پہ نگوں چرخِ کہن
 فقر جہت میں ہے نے دستار میں !
 یہ دکانوں پر ہے نے بازار میں
 فقر ملتا ہے نہ جاہ و مال سے
 فقر ملتا ہے نبی کی آل سے !

فقر مل جائے جسے وہ بے ولی !
 کون سمجھائے تجھے و اصف علی

مے شوق

تری شان بے ترابی، میرا ذوق خاک بازی
ترے آساں پہ لائے مجھے تیری دل نوازی !
میں نکل گیا خرد سے میں جنونِ یا خبر ہوں،
میری زد میں لامکاں ہے میرا کام شاہ بازی
تو ہے ساقی زمانہ میں ہوں رندِ جادو دانہ
ہو عطاء متے شبانہ، کہ بھکے ترا نمازی !
ترے نقشِ پاک بحدہ میری بندگی کا حاصل
اسی بندگی سے رومی، اسی بندگی سے رازی

تیری یاد کا ولی ہوں کہ میں و آصفِ علی ہوں !
نہ خفی ہوں نہ علی ہوں میں ہوں حرفِ بے نیازی

طائر لاہوتی

میں نعرہ مستانہ، میں شوخی زندانہ
 میں تشنہ کہاں جاؤں، پی کبھی کہاں جانا
 میں طائر لاہوتی، میں جوہر ملکوتی!
 ناسوتی نے کب مجھ کو اس حال میں پہچانا!
 میں سوزِ محبت ہوں میں ایک قیامت ہوں
 میں اشکِ نہامت ہوں میں گوہرِ یکہ انہ
 کس یاد کا صحرا ہوں کس چشم کا دریا ہوں
 خود طور کا جلوہ ہوں بے شکل کلیما نہ!
 میں شمعِ فروزاں ہوں میں آتشِ لرزاں ہوں
 میں سوزِشِ بھراں ہوں میں منزلِ پروانہ
 میں حُسنِ مجسم ہوں میں گیسوئے برجم ہوں
 میں پُھول ہوں شبنم ہوں میں جلوۂ جانانہ
 میں اصفِ سبیل ہوں میں ہفتِ مہل ہوں
 اک ٹوٹا ہوا دل ہوں میں شہرِ میرانہ

زندگی

اعستبار آرزو کا نام ہے
 زندگی بر حال میں ہے تشنہ کام
 زندگی زندہ برائے نام ہے
 زندگی گویا کسی کی یاد ہے !
 ہر قدم پر زندگی اک مرحلہ
 لڑتی ہے آپ اپنی آبرو !
 ایک خوابیدہ سہرے زندگی

زندگی اپنے لہو کا نام ہے
 زندگی بے لذت سوزِ دوام،
 زندگی اک آرزوئے خام ہے
 زندگی حسرتِ بھری فریاد ہے
 اشکباری زندگی کا مشغلہ
 پی رہی ہے زندگی اپنا لہو
 سوزِ شش دردِ جگر ہے زندگی

زندگی اک مادی پُرخار ہے گویا رسوائی سر بازار ہے !
 زندگی ہے ایک گروابِ بلا زندگی ہے آپ اپنا ناخدا
 زندگی ہی زندگی کا ناگ ہے زندگی پانی میں زندہ آگ ہے
 اک مسافر کا سفر ہے زندگی پُر خطر اک رگزر ہے زندگی
 زندگی ٹھولی ہوئی منزل بھی ہے زندگی ٹوٹا ہوا اک دل بھی ہے
 زندگی کا ہر فسانہ زندگی ! جانے والوں کا نہ آنا زندگی !
 زندگی خود شانہ الہام ہے فکر میں ڈوبی ہوئی اک شام ہے
 زندگی فنکاریِ مہمار ہے زندگی گرتی ہوئی دیوار ہے !
 دے رہی ہے زندگی ہر دم صدا ”حسرتا و احسرتا و احسرتا“
 زندگی آنکھوں کے غم کا نام ہے زندگی خاموش غم کا نام ہے
 زندگی ہے ایک گونہ انتظار بے تدری زندگی کا ہے قرار
 زندگی بے آگ میں جلنے کا نام زندگی ہے بھولنے پھلنے کا نام
 ہاتھ سے جاتے تو لاشہ زندگی، ورنہ ہے ذوقِ تماشا زندگی
 دل جواں ہو تو جواں ہے زندگی ورنہ مرگِ ناگہاں ہے زندگی !
 ہے خمِ زلفِ نگاراں زندگی ! ہے کبھی حشیں بہاراں زندگی
 زندگی دیکھ بھی ہے مہار بھی زندگی آتش بھی ہے گلزار بھی

گاہ یہ خاموش زیرِ غاب ہے
زندگی شمعِ فروزاں نیم شب
زندگی آئینہ اجمال بھی !
زندگی گاہے ٹھکے گئے کلیم !
یہ کبھی صحت کبھی کوہِ گراں
کوئی حصہ ہے یہاں کوئی دہاں
بے کبھی یہ بے نیاز جستجو
ایک سیلابی نگر ہے زندگی !
زندگی ہے گردشِ جامِ دینو
زندگی ہے گردشِ ایام بھی !
زندگی ہے شوقِ تحریک بھی
زندگی اک گوہرِ نایاب ہے
چاند سے چہرے کا بالا زندگی !
داستانِ کن فکاک ہے زندگی
بے کبھی میں اور کبھی "تو" زندگی
یوں بھی ہے مستی کا اندازِ کرہ

گاہ مستی رہبرِ افلاک ہے
زندگی ہے اک تبسمِ زیرِ لب
زندگی اقوال بھی احوال بھی !
زندگی کی ضرب ہے ضربِ کلیم
زندگی ہے ایک بھر بے کراں،
زندگی ہے اک پریشانِ اتاں
بے کبھی یہ ایک حرفِ آرزو
گردشِ شام و صبح ہے زندگی
زندگی کے زمزمے ہیں چار سُو
زندگی غریبانیِ اجسام بھی !
نقشِ فریادی بھی ہے تصویر بھی
زندگی کیا ہے سہانا خواب ہے
آنسوؤں کی ایک مالا زندگی !
تھم بھی جائے تو رواں ہے زندگی
بے کبھی تسلیم کی خو زندگی !
زندگی ہے کشتہ تیغِ ستم !

مفلسی میں بھی گزر کرتی ہے یہ
 زندگی محبوب کی ثمریت بھی ہے
 کیسے خم دار کا سایہ بھی ہے
 ایک شوخی ہے حیا ہے زندگی
 کا مٹی سی ایک صورت زندگی
 زندگی ہے ایک چشمِ سر گیس
 زندگی سہمی ہوئی دُہن بھی ہے
 ہے نوازش ہائے موسمِ زندگی
 جگمگاتے آگینوں کے لیے
 زندگی ہے موردِ الزام بھی !
 زندگی ہے زخمِ دِ مضراب بھی
 رقص کرتی ہے سرِ مرثا گان بھی
 اک تماشا ہے تماشا ہی بھی ہے
 زندگی کا شعلے نوشی بھی ہے
 زندگی نیرِ شنگی دوداں بھی ہے
 کا سہمِ سستی کبھی مہرِ تا نہیں !
 تخت پر بھی سسکیاں بھرتی ہے یہ
 زندگی افسانہٴ مُقت بھی ہے
 زندگی نے خود کو بھلایا بھی ہے
 حُسن ہے حُسنِ ادا ہے زندگی
 موبہنی سی ایک صورت زندگی
 زندگی ہے ایک زلفِ عنبریں
 زندگی بے نامِ ساد فن بھی ہے
 ہے کبھی قند اور کبھی سمِ زندگی
 زندگی ہے مہِ جبینوں کے لیے
 مے کے میں اک سانی شام بھی
 مر مریں بابوں میں اک سیاب بھی
 دم بخود ہوتی ہے بے جاں کبھی !
 زندگی مشوقِ ہر جاتی بھی ہے !
 زندگی کا نعلِ غم پوشی بھی ہے
 یہ رہیں منتِ درباں بھی ہے
 زندگی بھر دل کبھی مرتا نہیں

ٹھو کریں کھا کر بدل جاتی ہے یہ
 زندگی بے چاک ہو جانے کی خو
 زندگی اپنے جنوں کا نام ہے
 موجہ آبِ رواں ہے زندگی
 زندگی کیا ہے بجز سوزِ دروں
 زندگی ذوقِ فنا کا نام ہے !
 لاکھ حیلوں سے گزر کرتی ہے یہ
 موت مل جاتے تو کوئی غم نہیں
 نامکمل ہے ابھی تک کائنات
 ساز کے سینے میں اک آواز ہے
 زندگی گل میں مثالِ رنگِ بو
 زندگی الفاظ میں آتی نہیں
 اپنی آزادی میں یہ محسوس ہے
 کس نے پایا ہے سراغِ زندگی
 فلسفی سمجھا نہیں مجبور ہے
 زندگی ساحل بھی بے طوفان بھی
 ایک پل میں بھی سنبھل جاتی ہے یہ
 دامنِ بستی کیا کس نے رفو ؟
 زندگی آنکھوں میں خوں کا نام ہے
 زندگی کے درمیاں ہے زندگی
 زندگی ہے آیہ کلا یحزنو !
 یہ یقین حاصل ابھام ہے !
 زندہ رہنے کے لئے مرقی ہے یہ
 درنہ منشر سے یہ ہستی کم نہیں !
 کر رہی ہے زندگی کچھ تجربات
 زندگی کیا ہے سراپا راز ہے !
 جیسے فن میں صاحبِ فن کا لہو
 رازِ انسانی اسے بجاتی نہیں
 زندگی رستا ہوا ناشور ہے !
 زندگی ہے خود چہ سراغِ زندگی
 زندگی خود زندگی سے دور ہے
 خود سمجھا، خود بلائے جان بھی !

ہاں مگر یہ زندگی انعام ہے خالقِ مطلق کا اپنا کام ہے !
 زندگی ہے سنگِ در کی آرزو خوب ہے خوب تر کی جستجو
 زندگی ہے منظرِ خستِ اللہ ! زندگی کا راز ہے کرب و بلا
 زندگی کا مدعا دیدہ وری زندگی کی موت ہے سوداگری
 زندگی روشن جبین کا نام ہے زندگی پختہ یعتیں کا نام ہے
 زندگی ہے واجبِ صدا احترام زندگی ہے انقلابِ صبح و شام

یار کے دم سے سلامت زندگی !
 ورنہ و اصف بے قیامت زندگی

کاروانِ حیات

کاروانِ زندگی بہیم رواں ہے صبح و شام
اس فنا کے دیں میں حاصل ہوا کس کو قیام
پھول جو کھلتا ہے وہ اک دن یہاں مر جائے گا
یہ سرائے فانی بے جو آئے گا وہ جائے گا
اپنی اپنی منزلوں پر ہیں ستارے گامزن !
صبح دم خاموش ہو جاتی ہے ساری انجمن
رات کے دامن سے آگتا ہے نورِ آفتاب
شام پہنا ہے چلی آتی ہے سورج کو نقاب !

جگمگاتی صبح کی تفتیر کالی شام ہے
 زندگی کی دھڑکنوں کا موت ہی انجام ہے
 لکھنے والے نے لکھا ہستی کی قسمت میں نوال
 ہاں مگر باقی رہے گی ذاتِ ربِّ ذوالجلال !
 مردِ کامل ہے وہی جو منزلیں طے کر گیا
 زندگی انس کی ہے جو مرنے سے پہلے مر گیا
 موت کیا ہے حق سے بندے کو ملانے کا سبب
 موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب
 پیر پیغمبر، دلی، درویش، مردانِ خدا
 موت کی دادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا
 زندگی اور موت ہے اپنی خدا کے واسطے
 مردِ مومن ہے فقط صبر و رضا کے واسطے
 سانس کی آری سے کٹ جاتا ہے، ہستی کا شجر
 زندگی میں موت سے ممکن نہیں برگز مفر
 حشر برپا ہیں کئی اک جذبہٴ خاموش میں !
 زندگی سوتی ہے آخر موت کی آغوش میں

موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ !
 برق میں تینکے میں و اصف یا کہ ہے تینکوں میں برق
 موت اور ہستی میں کیا سمجھے کوئی انسان فرق !

نوائے راز

شب انتظار کی بات ہوں نسیم برستار کی بات ہوں
 کسی رازدار کی بات ہوں بڑے افتخار کی بات ہوں
 کبھی سنگ ہوں کبھی خار ہوں میں کبھی جنون بہار ہوں
 تری حسرتوں کا مزار ہوں، تھے رہ گزار کی بات ہوں !
 ہوں کسی کی دید کی آرزو، اسی آرزو سے ہے آبرو !
 ہے ازل سے ایک جی جتوئیں کسی کے پیار کی بات ہوں
 میں کسی کی زلف کا ناز ہوں کسی غزنوی کا ایاز ہوں ،
 کسی میکہ سے کا میں راز ہوں، کہ نگاہ یار کی بات ہوں !
 میں صدائے روزِ است ہوں، میں اسی خمّار میں مست ہوں
 نہ بلند ہوں نہ میں پست ہوں کہ دفا شعار کی بات ہوں !

میں غروبِ عشق کی لاش ہوں، تیرے ننگِ در کی تلاش ہوں
 میں دل دھجک کی غراش ہوں، کہ میں نوکِ خار کی بات ہوں
 تو ہی بے نشان کا نشان ہے، تو ہی مادرائے گمان ہے۔
 مجھے تیری ذات پہ مان ہے، میں نفس کے تار کی بات ہوں
 تو ہی برقِ سخنِ جمال ہے، میرے اشتیاں کا آل ہے
 یہ فراقِ عینِ وصال ہے، میں جہن کے بار کی بات ہوں
 میں کسی کا سخنِ خیال ہوں، کہ مصوری کا کمال ہوں
 میں کسی نظر کا جمال ہوں، کسی برقرار کی بات ہوں !
 میں نہاں کبھی ہوں شہود میں میں نہ بہت میں ہوں نہ بود میں
 میں رکوع میں نہ سجد میں، دل بے قرار کی بات ہوں
 کبھی نقشِ پایہ گرا ہوں میں، کبھی منزلوں سے درا ہوں میں
 کبھی اک صدائے درا ہوں میں، کسی اشکبار کی بات ہوں
 میں بھولوں تو دنیا ہو سرنگوں، میں اٹھوں تو اٹھتی ہے مرجِ خوں
 میں خرد کے بھیس میں ہوں جنوں، کہ میں رقصِ دوار کی بات ہوں
 میری ایک آہ کے منتظر، کھڑے بے کسی میں ہیں بام و در
 سرِ شام چاہوں تو ہو سحر، میں فلک سوار کی بات ہوں !

میرا نام زینتِ داستاں، میں کسی کے خُسن کا پاسباں
 میں کسی کی بزم کا ہوں نشاں، میں دیارِ یار کی بات ہوں
 میں جلاؤں دیپ قدم قدم، میرا سر جھکا ہے جہنم جہنم !
 میں صنم پرست کبھی صنم، کسی یارِ غار کی بات ہوں
 میں فنا کی راہ سے دُور ہوں میں بقائے شوقِ ضرور ہوں
 میں مے فراق سے چور ہوں، میں بڑے خمار کی بات ہوں
 میں کہ شاہبازِ قدیم ہوں، میں نشانِ عسکرمِ صمیم ہوں !
 میں شہیدِ جلوۂ میم ہوں، کسی ”ریگ زار“ کی بات ہوں !
 میں خبر کے دام کا دام ہوں، میں خردِ کدے کا امام ہوں
 میں علی دلی کا غلام ہوں اُسی تاجدار کی بات ہوں
 میرا نام داتصف باصفا — میرا پیرِ سید مرتضیٰ
 میرا دردِ احمد مجتبیٰ میں سدا بہار کی بات ہوں

بندہ و بندہ نواز

بنا چار تنکوں کا آشیاں کہ تڑپ تڑپ اٹھیں بیاں
تیری شانِ بندہ نواز کو، میں سمجھ گیا میرے مہرباں
تیرے جلوہ ہائے قدیم کو مرے دل سے ہے بڑا واسطہ
میں ترا خیال نہیں اگر تو کہاں اَلت بلی کہاں
میں تری نماز ادا کروں، تو ہو محو ذکرِ حبیب میں
مجھے مل گئیں تیری نکبتیں، مجھے مل گیا تیرا آستان
تیرا وصل میں فراق ہے، تیرا، بحرِ عین وصال ہے
تیری راہ میں جو نکل پڑے تو مٹا خیالِ جنسِ پناں

میں ہوں ایک جذبہ بیکراں، میرے پاس رہتی ہیں بجلیاں
 تیرا اک نشین ذات کیا، میں جلاؤں دہر کا ہر نشان
 مرے جلوہ ہائے قدیم کو ترے دل سے بے یہی واسطہ
 کہ میں خود السوت میں خود بلی، کہ جبیں مری مرا آستان
 میں نہاں ہوں اپنی ہی ذات میں میں عیاں ہوں اپنی صفائیں
 میں نہاں کو گاہے عیاں کر دوں، میں عیاں کو گاہے کر دوں نہاں
 جسے چاہوں تخت عطا کر دوں، جسے چاہوں بخت رسا کر دوں
 جسے چاہوں مست دلا کر دوں، میرا اذن آئیہ کن نکاں!
 میں ہوں دل، میں دلبر و لبری، مری ہر ادا میں بے مری
 میں نہ چشتی ہوں نہ میں قادری، کہ میں ہر جگہ ہوں نہیں کہاں
 میری شان عالی مقام ہے، مرے میکدے کو دوام ہے
 کہ ہر ایک رند غلام ہے، میری عظمتوں کے ہیں یہ نشان!
 میں فلک پر رکھتا ہوں لامکاں، بے زمیں پہ کعبہ مرا مکاں
 میں بشر کے دل میں ہوں ہر زماں، بے نشان ہی میرا جلوہ اداں
 میں نہ طور ہوں نہ کلیم ہوں، میں تو ایک راز قدیم ہوں
 میں جہاں میں جلوۂ قدیم ہوں، کہ میں اپنے نور کا پاسباں

مرے شرق، غرب، جنوب سب، ہوتے زیرِ ہستی یک قطب
 میں حدود میں ہوں نہ اب نہ جب ہے درائے عقل مرا جہاں
 میں علیم ہوں میں بصیر ہوں، میں حسین ہوں میں نصیر ہوں
 میں چھپوں کہاں کہ خبیر ہوں، ہے نظام میرا ہی الاماں !
 ہیں صنم مرے میں صنم شکن، ہے صنم کی مجھ کو بڑی لگن !
 میرا بانگین ہے مری پھین، میں ہری ہری نہ میں ست گراں
 میں نماز شاہ شہید ہوں، میں اُسی کا حاصل دید ہوں،
 میں نگارِ سخنِ مستدید ہوں، میں ادا تے مست قلندر اں
 میں بقائے خود میں بقا ہوا، کہ میں نورِ ارض دسما ہوا
 میں ہی ستر بہر دوسرا ہوا، میرا راز جانے گا تو کہاں !

تو کہاں ہے واصفِ بے خبر مرے در پہ بھکتے ہیں بحر و بر !
 ہے بڑی کٹھن مری رہنڈر، تو کس بھل کچھ کھنا قدم یہاں

یومِ شوکتِ اسلام

اے خوشاییم شوکتِ اسلام
 مرجا کاروانِ جوشِ دوام !
 انبساطِ جنوں ہے مرگِ خرد
 رہبرِ شوق کو بقائے دوام !
 موجِ ایساں تڑپ تڑپ اُٹھی
 فرشِ توفرشِ عرشِ زیرِ دام !
 قصرِ عمر پہ ہے یہ ضربِ کلیم
 لا الہ کی صدا درود و سلام
 تنخیرِ اُمت کی عظمتوں کی قسم !
 حق و باطل میں اختلاطِ حرام

دینِ تسیم میں ٹاٹ کا پیوند؟
 خام اذہان کا خیمہ الِ خام!
 آج گو بجے فضاؤں میں تکبیر
 منہ کے بل آگریں نئے اصنام
 نظریاتی حدود پر حملہ؟
 جارحیت کا ہے یہی اِستدام
 يٰۤاِهْدُوا۟ فِي سَبِيْلِ رَبِّ عَلٰى
 رُبِّ كعبہ کا دین ہے اسلام
 گامزن ہو گیا سوادِ عظیم
 منزلِ شوق خود کرے گی سلام
 جوشِ پیہم یسینِ مستحکم
 اللہ الحمد آج ہے بزرگام
 فتحِ اسلام کی بشارت ہے
 سن صدائے شکستِ شیشہ و جام
 فخرِ انسانیت ہے دینِ نبیؐ
 اور ہم ڈھونڈنے چلے ہیں نظام

جان دے کر ملی ہے آزادی !
کون ہے اشتراکیت کا غلام
دین دے کر جو دولتِ دنیا
مل بھی جائے اگر مرے کس کام
موتِ محتشم کی شوکت سے
ہے عیاں آج شوکتِ اسلام
منفعل ہو گئی حسرت و اصف !
منتج ہو گیا ہے عزمِ عوام !

وطن کا مجاہد

السلام اے عظمتِ شانِ وطن !
السلام اے وارثِ دینِ گمن !
السلام اے شاہِ بازِ آسماں !
السلام اے لرزہ زارِ وزغن !
السلام اے بازوئے مولا علیؑ ،
السلام اے دستِ حقِ باطل شکن
السلام اے مستیِ ذوقِ یقین
السلام اے قوسِ شاہِ زمن !
السلام اے پاسبانِ حریت
السلام اے نکتہ دانِ بیتِ نبین
السلام اے دینِ یزداں کے امین
السلام اے الفعالِ ابرمن !
السلام اے نعرہٴ اللہ ہو
السلام اے نورِ ایماں کی کرن

السلام اے جذبہ ذوقِ جہاد
 السلام اے غازی دنداں شکن
 السلام اے شعلۃ القارِعَمَہ
 السلام اے طاقتِ خیبر شکن
 السلام اے سرفروشِ دُسرِ خرد
 السلام اے سرفرازی کی لگن !
 السلام اے آبِ شیرِ علی !
 السلام اے جانِ نثارِ پنجتن
 السلام اے پاک دامانوں کی آن
 السلام اے خون آلودہ کفن !
 السلام اے امتِ یارِ خیر و شر !
 السلام اے حق کے ماتھے کی شکن
 السلام اے مہمانِ کلا الہ ،
 السلام اے جانِ منِ جانانِ من !

السلام اے قلبِ مومن کے جلال
 کیوں نہ ہو واصلِ تر اسارا وطن !

میں کون ہوں بادل ہوں

میں مجھوم کے اُٹتا ہوں
تڑپتا ہوں کہ گر جا ہوں
ہر کیفیت پہ برسا ہوں

میں کون ہوں بادل ہوں

بے زلف گھٹا میری
بے برق ادا میری
ہستی ہے درا میری

میں کون ہوں بادل ہوں

میں دُدرے آیا ہوں
میں دہر پہ چھایا ہوں
رحمان کا سایا ہوں

میں کون ہوں بادل ہوں

میں پی کے سمندر کو
لے آیا ہوں گھر کو
سیٹے ہوئے جو ہر کو
میں کون ہوں بادل ہوں!

میں حاملِ ہستی ہوں
میں باعثِ ہستی ہوں
افلک کی بستی ہوں
میں کون ہوں بادل ہوں!

میں جام ہوں میں ساقی
فانی ہوں نہ میں باقی
منزلِ مری آفتی
میں کون ہوں بادل ہوں

پھیلوں تو قیامت ہوں
سمٹوں تو ندامت ہوں
میں سوزِ محبت ہوں
میں کون ہوں بادل ہوں

شب چراغ

بھڑلوں کی قبب بھڑے
میں اُسے صبا بھڑے
ہو پوچھتے کیا بھڑے

میں کون ہوں بادل ہوں!

سُرد کی ادا لایا—!
منصور کا دل پایا!
سرمایہ گراں مایا!

میں کون ہوں بادل ہوں!

گہ عرش نشیں ہونا
گہ زیرِ زمیں ہونا
ہونا بے کہیں ہونا

میں کون ہوں بادل ہوں!

ہر سمت کو جاتا ہوں
ہر رنگ میں آتا ہوں
روتا ہوں روتا ہوں

میں کون ہوں بادل ہوں

مستی میں اگر آؤں !
میٹھانے بساجاؤں
خود رو کے گڑا جاؤں
میں کون ہوں بادل ہوں
طوفان ہوں محل ہوں
رستہ ہوں کہ منزل ہوں
میں واصفِ بادل ہوں
میں کون ہوں بادل ہوں

مُساوہ

فردِ زماں آنجن سے جا رہا ہوں
شبِ تاریک سے گھبرا رہا ہوں
مجھے اک سانس نے نگل کر دیا ہے
میں طوفانوں میں بھی جلتا رہا ہوں
ادھوری داستانِ زندگی کو!
سکوتِ مرگ میں دُہرا رہا ہوں
بدن کی چار دیواری کے اندر،
میں اپنی روح چنوتا رہا ہوں!
ہر اک انسان سے تھا پیار مجھ کو
میں ہر انسان سے ڈرتا رہا ہوں
جہاں پتھر بستے تھے وہاں بھی،
مثالی آئینہ رہتا رہا ہوں!
میں دریا کی جواں موجوں کے اندر
نہ پوچھو کس قدر پیسا رہا ہوں

بزمِ قطرہِ شبنمِ گلوں پر !
 کمالِ ضبط سے ٹھہرا رہا ہوں !
 نگاہوں کے چھلکتے ساغروں کو ،
 میں اک دیوانگی کتارا رہا ہوں !
 چمن کی بے زباں کلیوں کے دل میں
 میں دھڑکن کی طرح سہارا ہوں
 گلوں کے چاک بھی دیکھے ہیں میں نے
 میں کانٹوں سے بھی وابستہ رہا ہوں !
 بچا کرتی تھیں جو رستے میں میرے
 میں اُن نظروں سے بھی گرتا رہا ہوں
 جھاپہ در پھولوں سے ہمیشہ ،
 دفل کے تذکرے سناتا رہا ہوں
 میں ہر جمراہ سے دامن بچا کر !
 اکیلے راستہ چلتا رہا ہوں !
 سفرِ دیشِ تماصر کا مجھ کو ،
 میں اپنے سائے سے بچتا رہا ہوں

نگاہوں کی صدا میں بھی سُنی ہیں،
 دلوں کا حال بھی پاتا رہا ہوں
 مجھے سورج سے بھی نسبت ہی ہے
 میں کرنوں کی طرح بکھرا رہا ہوں
 فلک سے ٹوٹنے والے تارے
 میں خاکِ راہ سے چُپتا رہا ہوں
 کسی غم کا بنا ہوں میں نوالہ!
 کسی غم کو میں خود کھاتا رہا ہوں
 جنہیں میں نے کبھی اپنا نہ سمجھا،
 انہیں میں یاد بھی کرتا رہا ہوں!
 سبب پوچھو نہ اس بیگانگی کا!
 نہ پوچھو کس لیے تنہا رہا ہوں
 مجھے فطرت نے سنجی چشمِ بنیا،
 میں رنگوں کی صدا سُنتا رہا ہوں!
 کسی دل کی بجھا کر آگِ و اصف!
 میں اپنی آگ میں جلتا رہا ہوں!

راتیں

جہاد کا تصور رات سے خاکہ

شرح و تلیس ہیں گیسوے منبر راتیں،
نُصرتِ دینِ محمدؐ کی پیہر راتیں
ایسی راتوں میں بنا کرتی ہے تاریخِ اُمم
لَا اِلٰہَ کَہ کے اُبھرتی ہیں اُفتی پر راتیں
ایسی راتوں کے اندھیروں کو اُجالوں کا سلام
نُورِ ایمانِ دلیق سے ہیں منور راتیں !
ایسی راتوں میں چلا کرتی ہے شمشیرِ علیؑ
خونِ کُفّار سے تر ہوتی ہیں خودِ سر راتیں
ایسی راتوں میں ملا کرتا ہے منزل کا سلام
شبِ اسریؑ کی قسم دن سے ہیں بہتر راتیں
ایسی راتوں میں شیاطین کے سر کٹتے ہیں
صفِ اعداء کو الٹ دیتی ہیں خنجر راتیں

پیڑ چُپ چاپ، مکاں بند، فضائیں ساکت
 ہارسناٹوں نے گوندھے ہیں پردہ کر راتیں
 محو حیرت ہے فلک اور زمیں ہے خاموش
 خرمنِ کفر پہ اُتری ہیں یہ آسگر راتیں
 ایک مدت سے نگہ ڈھونڈ رہی تھی ان کو
 آج آئی ہیں بہت دُور سے چل کر راتیں
 ایسی راتوں میں قریبِ رگِ جاں ہے کوئی
 شانہ دل پہ پریشاں ہیں بکھر کر راتیں
 صفِ شکن شیرِ جوانوں کی جوانی کی قسم،
 دیکھنے آئی ہیں سلام کا شکر راتیں
 ذرے ذرے کے جگر سے یہ صدا آتی ہے
 اوڑھ کر آتی ہیں تطہیر کی چادر راتیں !
 جامِ دمیں نالیے آتی ہیں شہیدوں کے لیے
 متے خونِ ناب کے پردے میں ہیں کوثر راتیں
 میرے شہباز مجاہد میرے جانبازِ جواں،
 مسکراتی ہیں ترے دیکھ کے تیور راتیں !

تو اکیلا نہیں میدان میں بیدار کہ آج
 ہم بھی کرتے ہیں بسر پھینک کے بستر راتیں
 باعثِ شکر کہ افلاک سے چل کر آتیں !
 اپنے بازو میں لیے قوتِ حیرتِ راتیں
 یا اعلیٰ کہہ کے جھپٹنا ہے صفِ بعد پر !
 کانٹے آئی ہیں کُفّار کے شہر راتیں
 حشر تک یاد کرے گا انہیں کافر دشمن
 اپنے پہلو میں لیے بیٹھی ہیں محشر راتیں !
 صبح لانے گی ابھی فتحِ مبیں کا مُردہ
 آئی ہیں نور پہ ہونے کو سچا در راتیں !
 چٹم بننا سے ٹپکتے ہیں جو آنسو و اصف
 انہی اشکوں کو بنا جاتی ہیں گوہر راتیں !

”جنوں و خرد“

خرد کا اصل یہی ہے کہ ہے ربیم و لعین
جنوں کا اصل ہے مشکل کشا، امیر و معین
جنوں کہے نہ انا الحق تو پھر جنوں کیا !
خرد یزید، جنوں ستید، امام مہس
”خرد کے پاس خبر کے سوا نہیں کچھ اور“
جنوں مگر ہے، دو عالم کا راز دار و امین

خودِ حدوث میں پابند، حادثِ وفانی
 جنوںِ قدیم ہے قائم ہے صورتِ لکین
 خرد کے پاس ہے انبساطِ دولتِ دنیا
 جنوں کے پاس فقط آہ و نالہ، نانِ جویں
 خرد کا زورِ جماعت کے دست و بازو پر
 جنوں کے پاس بڑا راز ہے کہ خاک نشین
 خرد کے دل میں ہے کھٹکا غریب ہونے کا
 جنوں کو درد کی دولت سے مل گئی تسکین
 خرد بتائے کہ کعبہ ہے کس لیے عزمِ پوش
 جنوں بتاتے کہ ہے کون اس مکان کا میں
 خرد نہ جانے کہ کعبہ ہے خودِ امامِ جہاں !
 جنوں کی راہِ سیاہ پوش ہے عزمِ مسکین
 خرد ہے متاثرِ اصلاحِ مائِلِ ترمیم
 جنوں کو خیر ہے کہ اس کو نہ کیجئے تلقین
 خرد ہوتی ہے پریشان کہ آگِ روشن ہے
 جنوں خستہ لیل ہے بارِ سہاگتی پہ یقین

خرد نے پایا ہے تسخیر کائنات کا راز،
 جنوں بلند، فساد بقا بھی زیرِ نگین!
 خرد خلاؤں کو بے آس چسل پڑی لیکن،
 جنوں کے پاؤں کے نیچے ہے جوہرِ تسکین
 خرد کو رازِ انا الحوتے پہ برہمی جاتر
 جنوں یسبجِ اللہ کے راز کا ہے امیں
 خرد کے لب پہ تہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ!
 جنوں یہ کتا ہے دل اس کا ہم زبان نہیں
 خرد کا جامہ ہے رنگین اور قبا عالی،
 جنوں کے جسم پہ کاغذ کا پیرہن بھی نہیں
 خرد کی بات نہ تھی جب ملا وطنِ مہم کو
 جنوں ہوا تھا مہاجر وطن سے دُور کہیں
 خرد کی چال تھی تقسیمِ خون کی گویا!
 جنوں تھا جندِ بے ایشامیں سراپا یقیں
 خرد نے قافلے کو ملے تو بن گئی تاریخ
 جنوں کا حرفِ شکایت بھی ہم کو یاد نہیں

خود سے کام نہ لو، لالہ کے متوالو
 جنوں کو کام میں لاؤ مزید وقت نہیں
 خود سنبھالتی پھرتی ہے چار تنکوں کو
 جنوں ہے برقی تپاں چھوڑے لاکھ تک بھی نہیں
 خود کے علم میں ہو گا کہ در پہ دشمن ہے
 جنوں بھی خوب سمجھتا ہے کارِ دشمن دیں
 خود کی دنیا مستاع العز ہے بے شک
 جنوں کا گرز بنے گا خود کا یوم الدین
 خود جنوں کے نشیب و فراز کیسے جانے
 جنوں کے اپنے ہیں افلاک اس کی اپنی زمین
 خود نے کر دیا اقبال کو حرم بیزار
 جنوں نے مردِ تلندر کو کر دیا شاہیں
 خود بیرسٹر دسر ڈاکٹر ابوجہا وید!
 جنوں ہے نالہ شب گیر فتنہ گوشہ نشین
 خود نے خوب پڑھے ہیں علوم شرق و غرب
 جنوں بغیر مگر صورتِ تہا نہیں!

خرد نے بات نہ بدلی تو کیسا خرد مندی
 جنوں کو جنبشِ شرگاں کبھی گوارا نہیں
 خرد کے سجدے سوئے کعبہِ ہمہ دانی
 جنوں کا کعبہ بنے کعبے کا کعبہ یا حسیں
 خرد گھمنڈ، نفِ آخر، عُدور کی بستی
 جنوں کے پنجے سے ہے چاک جامہ تمکیں
 خرد بنامِ خُدا کھا رہی ہے نذرانے!
 جنوں بے دشمن ہر خرقة پوش و بہرن دیں
 خرد نے سمجھا ہے تقسیم کا سوال جسے
 جنوں ھے ضربِ یہ اللہ ہی ہونہ چیں بہ چیں
 خرد خیال سے پانی ہے بد دماغوں نے،
 جنوں ہے فیضِ نظر، بے نظر، لے نہ کہیں
 خرد کا راج پر تھوی کا راج بے گویا!
 جنوں ھے غوری جنوں خواجہ حسین الدین
 خرد ہے دیکھ کے حیراں جنوں کی لاٹ بلند
 جنوں ہے کُشتہ تسلیم خواجہ قطب الدین

خرد کی بستی ابودھن کی راجدھانی ہے
 جنوں پاکِ پتن ہے جنوں منیر الدین
 خرد نے دیکھا جنوں کا جمالِ شاہانہ !
 جنوں ہے خسرو جنوں خواجہ نظام الدین !
 خرد ہے کیستہ خرد کا مزاج پروریزی
 جنوں کا نام کہیں ہیر ہے کیس شیریں
 خرد کے دام میں آیا فرنگیوں کا جہاں ،
 جنوں کو ڈھونڈنے نکلے ہیں پاسکیں جو کیس
 خرد زباں سے کرے رام رام یا ٹیں ٹیں !
 جنوں کلیم ہے ظاہر میں گو زبان نہیں !
 خرد کے بعد بنا ہے جمالِ تبریزی
 جنوں سے قبل تھا رومی فقط جلال الدین
 خرد سے پوچھ نہ افسانہ غمِ شبیر !
 جنوں شہید، شہادت جنوں بغیر نہیں !
 خرد کے بھیس میں آنے کو ہے خردِ جمال !
 جنوں امامِ جہاں آ رہا ہے دیر نہیں

شب چراغ

خرد کے پُرزے اڑیں گے وجودِ امکاں میں
جنوں کے حکم سے باہر نہیں مکان دیکیں

خرد کو ہونا ہے رُوائے ہر جہاں و آصف
جنوں کی صُبحِ درختاں، جنوں کی شامِ حیں

کشتگانِ خنجرِ تسلیم ہیں لوح و قلم
بے اجازت کس کی ہمت بے اٹھائے اک قدم

خود کی نوبت بنی ہے جنوں کا پہلا قدم
خود حدیثِ خوشی ہے جنوں فناءِ غم
جنوں کو ایک ہی قصہ کہ غم رہے ہر دم
خود کو حُسنِ طلب، ہر ستم ادائے کرم

خود صحرایِ ہستی ہے جنوں قلم کی مستی ہے
جنوں گنجِ گرانایہ خود کی بات سستی ہے
خود ڈوبی تفکریں جنوں افکار کی جنبش!
جنوں حکمت کا موتی ہے خود جس کو ترستی ہے

دُور کی آواز

آ رہی ہے یہ دُور سے آواز
بن کے آئینہ دیکھ رنگِ ظلم
کوئی صورت ہے اور نہ کوئی جسم
ایک آہٹ ہے ایک سایہ ہے
کوئی احساس بن کے آیا ہے!

میں کہاں ہوں، مجھے نہیں معلوم
میں نہ موجود ہوں نہ ہوں معدوم
پھیلتا ہوں کبھی سمٹتا ہوں
بامِ دور سے کبھی پلٹتا ہوں

شب چراغ

گاہ قلزم ہوں گاہ قطرہ ہوں
گاہ ذرہ ہوں گاہ صحرا ہوں
مجھے ملنے کو منہ نہیں بے تاب
اٹھ رہے ہیں مری نظر سے جاب

حاصلِ زینتِ اشکباری ہے
عُسرِ رورو کے ہی گذاری ہے
مجھے کو اُلفت نہیں کسی سے مگر!
میری نظریں ہیں سارے چہروں پر
زرد میں ہوتے ہیں گاہ یہ افلاک!
گاہ میں دم بخود ہوں مثلِ خاک
جھومتا ہوں میں جوش میں آ کر
پائے ساقی کو ڈھونڈتا ہے سر!
سرمئی مئے کے جام پیتا ہوں،
روزِ رمتا ہوں روزِ جیستا ہوں!

شب چراغ

گاہ پر بت بھی چل کے آیا ہے
میرا یہ کبھی پرایا ہے !
میرے احاس میں بے طغیانی
میرے انکار میں بے جولانی !

بند کلیوں کو ٹٹے دیکھ
یہ شگوندہ بھی پھوٹے دیکھا !
میں نے مَر جاتے پھول دیکھے ہیں
مُکراتے بول دیکھے ہیں !
برق کو آشیاں میں پایا ہے
چار تنکوں کو خود جلایا ہے
وہ جس میں آگے ہیں زارِ دُفن
کرگسوں کو ہوتی چسن کی لگن
اب عنادل چن میں بے کل ہیں
دشتوں کے اُڈتے بادل ہیں

آج گلشن میں سب لٹیرے ہیں
 گھات میں چار سواندھیرے ہیں
 ذوقِ بجزدہ نہیں جبینوں میں
 نورِ ایمان نہیں بے سینوں میں !
 جل رہے ہیں چراغِ مدہم سے
 ٹٹمانے لگے ہیں اب غم سے
 اب بہاریں کہاں خزاں نہ رہی
 جل گئی شاخِ آشیاں نہ رہی
 گلِ دلالہ و زکس و سون !
 چاک ہیں آج سب کے پیراہن
 سروِ قامت بھی سرنگوں ہے آج
 دردِ پہلے سے کچھ فزوں ہے آج
 بکبتِ سمری و عندلیب چکور
 آج گم گم ہیں جیسے تختی گور !
 ہم نے سینچا لہو سے جو گلشن
 حسرتوں کا وہ بن گیا مدفن !

سب کو بے اقتدار کی خواہش
 ایک، دو کیا، ہزار کی خواہش
 حاکمِ وقت جو بھی آتا ہے!
 خواہشِ ذات ساتھ لاتا ہے
 یہی کہتا ہے، ہر غرض کا غلام
 بھاڑ میں جاتے ملکیت کا نظام
 جو بھی ہوتا ہے آج ہونے دو
 ہستی گنگائیں ہاتھ دھونے دو!
 کون سمجھے گا مری چالوں کو،
 بھول جاؤ گے باکمالوں کو!
 جھوٹا سکہ بھی میرا چلتا ہے
 صبح دم بھی چہرا غ جلتا ہے
 راجِ دھانی میں راج ہے میرا
 تخت میرا ہے، تاج ہے میرا
 میرے جھنڈے ہوا میں لہراتے
 میری بیسبت کے چھا گئے سائے

میری دنیا، غرور کی دنیا
 کیفِ دستی، سُرد کی دنیا؛
 میری دنیا میں تَنز کو لا میرا،
 میری دنیا بے نفس کا ڈیرا !
 میری دنیا میں کیسا نہیں ہوتا
 کاٹا دہ ہے جو نہیں ہوتا !
 مجھ کو اسلام سے محبت ہے
 مے پرستی سے بھی تو رغبت ہے
 میری دنیا خسرو کی عیاری !
 اب سیاست بنی ہے مکاری !
 یہ زمین جو گئی ہے میرے نام
 آسمان تک چلے گا مرا نظام
 تھی یہ مدت سے آرزو میری
 لائی منزل پہ جستجو میری !
 کوئی فردا نہ کوئی ماضی ہے ۔
 حال کی سب کرشمہ سازی ہے

ہر ستارے کا رہگذار الگ !
تیرے میرے ہوتے مزار الگ
سُن رہا ہوں میں دُور کی آواز
میرے اشکوں میں ہے ضیائے صحر
چشمِ ترکر گئی ہے دیدہ در
رنگِ بدے گا اب زمانے کا
دقت باقی نہیں فسانے کا !
منفصل ہے خردِ خُردار کتے
اَب جنوں کا مزا ذرا چکھتے !
اب فسانے کا ہے نیا عنوان
ایک شعلے کا منتظر ہے جہاں !
ہے ابھی دقت ہوش گر آتے
بازی بگڑی ہوئی سنور جاتے
جاننا ہوں کہ بے نیاز ہے تُو،
بھ کو کیس فکر کا ساز ہے تُو

تُو جو چاہے تو زندگی آئے !
 ورنہ خرمن ہی برق ہو جائے !
 تیری رحمت کا انتظار کروں
 کس طرح اپنا بیڑا پار کروں ؟
 تُو سمیع و بصیر ہے مولا !
 تُو معین و نصیر ہے مولا
 تُو اگر چاہے بات بن جائے
 ورنہ ہاتھوں سے یہ چمن جائے
 اس پسمن پر ذرا نگاہ کرم !
 سر کو کرتا ہوں تیرے نام پہ خم
 مرجانِ سخن شانِ یکتائی ۔
 تو تماشا ہے یا تماشا ٹائی !
 کیا نہ آئے گی اب ضیائے سحر
 کیا بجھتا رہے گا ذوقِ سحر
 ایک آہٹ کا منتظر ہوں میں
 اور ہر شے سے بے خبر ہوں میں

سُن رہا ہوں میں دُور کی آواز

یہ غرور کی ہے جلیہ آرائی

ہم کو آزادی راس کب آئی؟

جاگتے ہیں خبہد کے مینخانے

سو رہے ہیں جنوں کے کاشانے

کتنی سادہ ہے ملت بیضا

عقل پر پڑ چکا ہے پردہ سا!

یہ ہے اسلامی مملکت بھائی

اس کو کہتے ہیں عالم آرائی

کیوں حقیقت بنی ہے افسانہ

کوئی اپنا رہا نہ بے گانہ!

بوملّیٰ ہے نہ آج ہے شہباز!

کوئی مٹا نہیں مرا ہمراز!

بزمِ اغسیار تک رسائی ہے

چشمِ بینا تری دہائی ہے!

رُخ سے پردہ اٹھا کہ وقت آیا
 اپنا جلوہ دکھا کہ وقت آیا !
 خود سراپی ہے یا خود آگاہی
 ڈھونڈتا ہے تجھے تیسرا راہی
 صحن گلشن میں آبرنگ بہار
 ہوں وہی سبزہ گُل و اشجار
 واسطہ تجھ کو تیری عظمت کا
 سطوت و ہیبت و جلالت کا
 چھین غاصب کے ہاتھ سے نہت
 ہم غریبوں کی بن کے آقمت
 اپنے بندوں کو باخبر کر دے
 دھڑکنیں دل کی تیز تر کر دے
 تجھ سے تیری نظر کو مانگا ہے
 آہ نے اب اثر کو مانگا ہے

بے نیاز وجود، نورِ قدیم
تو غنی و رفوفِ دانیِ لعل
تجھ کو زیبا ہے بے نیازی مگر

اپنے بندوں پہ ہو کرم کی نظر
واسطہ عاجزی کا دیتا ہوں

بے بسی بے کسی کا دیتا ہوں !
آج اک بات لب پہ آئی ہے

کیا یہی رسمِ آشنائی ہے !
اس جہالت پہ ہونہ تو برہم

تجھ کو گیسوئے مصطفیٰ کی قسم !
جانِ عالم ذرا قریب تو آ،

دیکھنے خانہٴ عنبرِ تیرا !
رُخ پہ پردہ گرانے والے آ

مجھ کو اپنا بنانے والے آ !
گرم آنسو تجھے بلاتے ہیں !

ہم چراغِ دُعا جلاتے ہیں

آغریوں کا دل کشادہ ہے
 جانِ جاں بول کیا ارادہ ہے؟
 تجھ سے نلنے کی آرزو بھی ہے
 اپنا انجم رُودِ برد بھی ہے
 تیرے گلشن میں رنگِ دلوں بھڑے
 تیرے صحر کی آبرو بھڑے!
 غم زدہ کائنات میں تنہا،
 گم ہوں میں تیری ذات میں تنہا
 دمِ عیسیٰ ہے ایک نعرہ ہر
 یس فقط میں ہوں اور تُو ہے تُو
 تُو نے بھٹا بے بڑا اعزاز
 تُو نے مجھ کو بنا لیا ہمراز!
 کیا بتاؤں تجھے بتا نہ سکوں
 پانا چاہوں تجھے تو پا نہ سکوں
 تُو حقیقت بھی ہے گماں بھی ہے
 تُو حیاں بھی ہے، تُو نہاں بھی ہے

دار تیرا ہے یار تیرا ہے
 عشق باقی رہا سو میرا ہے
 تیرے ہی فن کا شاہکار ہوں میں
 تُو بے مخفی تو آشکار ہوں میں !
 اپنی ہستی میں گوئیں خاکی ہوں
 ہوں تو مٹی مگر بلا کی ہوں !
 نام میرا ہی اشکِ فرقت ہے
 دُور رہ کر بھی تجھ سے قُرب ہے
 کون ہے تُو بھلا کہاں ہے تُو
 مادرِ لے حادثِ ہاں ہے تُو
 تُو نے بخشا ہے مجھ کو قلبِ سلیم
 کیوں نہ ہو تیرا فیصلہ تسلیم !
 تو میرے پاس کب نہیں ہوتا
 گشتہ میں بے سبب نہیں ہوتا
 پھر بھی مجھ سے تُو ہم کلام نہیں
 کربِ اَرِنی مرا مت م نہیں

"نخنُ اقرب" نظر سے دُور نہیں
 انکساری ہے یہ عسَدِ مرنہیں
 میرے سر پر تڑا ہی سایا ہے
 تُو نے مجھ کو بہت رُلایا ہے!
 دِلِ مہجور کی دُعاؤں لے
 اپنے بندے کی التجاؤں لے!
 سڑنگوں ہو نہ جاتے آنِ وطن!
 کس لیے چپ ہیں پاسبانِ وطن؟

وہ زمانہ بھی کیا زمانہ تھا،!
 بچھ سے ملنے کا اک بہانہ تھا!
 یہ وطن تیرے نام پر تھا بنا
 جانِ عالم تجھے بھی یاد ہے کیا؟
 بات گل کی ہے کب پُرانی ہے
 اک حقیقت تھی اب کمائی ہے

شب چراغ

یہ حقیقت تھی اعتبار کی حد
جذبۂ لالہ پیار کی حد
ولی، جسیر چھوڑ آئے ہیں
آج ہم لوگ ہی پرانے ہیں
موج در موج قافلے آئے،
نام تیرا نقطہ بچا لائے!
جان و عزت کے ساتھ مال گیا
دلِ مہجور بنس کے ٹال گیا
اب غریب الدیار گھریں ہیں!
منزلیں آج بھی سفر میں ہیں
کیا کریں ہسم بنا کہاں جائیں،
ہم جہاں سے چلے، وہاں جائیں

میرے غم خانہ خیال میں آ
خُنِ کامل ذرا جلال میں آ

آہی جا اس غریب خانے میں
 عمر گزرے نہ آ زمانے میں!
 آج ہم اشک بار بیٹھے ہیں
 محو درد انتظار بیٹھے ہیں!
 ہو چکا جو ہوا، ہوا سو ہوا!
 اب مگر بے مزاج بدلا ہوا!
 چاہتا ہوں کہ راز انشا ہو!
 تیرا ہلکا سا گرا اشارہ ہو
 گرجا زت لے کر دل اعلان
 کانپ جائیں گے جس سے یہ ایوان
 کہہ رہی ہے یہ دور کی آواز
 آج ان ناخداؤں سے کہنا
 جھوٹے ان پارسوں سے کہنا
 رُخ ہواؤں کا اب بدلتا ہے
 آنے والا کسی سے ملتا ہے؟

شب چراغ

ٹوٹنے کو خسر دکا ہے انہوں
چاند تاروں پہ ہے کندہ جنوں !
شیشہ دجام اب نہیں درکار
آنے والا ہے کوئی جان بہار
بے شہیدوں کی سرزمین یہ وطن
اب سلامت رہے گا یہ گمش
اس وطن پر نگاہ ہے اُس کی
یہ زمیں جلوہ گاہ ہے اُس کی !
دین کو جس نے فورِ عین دیا !
یعنی اپنا جگر حسین دیا !
سُن رہا ہوں میں دُور کی آواز
اک نیا مسد کہ بپا ہو گا !
کیا بتاؤں میں اور کیا ہو گا !
اب جنوں ناطقِ چمن ہو گا !
چاک دامانِ مکر و فن ہو گا !

راہبر ایک دیدہ در ہوگا
راز پنہاں سے بانجبر ہوگا
بن کے ابر بہار آئے گا
دافعِ انتظار آئے گا ، !
زنگ آ کر فضا میں بھرے گا
جتنے مشکل ہیں کام کر دے گا !
پھر نہ ہوگی یہ روز کی تقسیم !
ہو کے گی نہ دین میں ترسیم !

آنے والے کمال کے دن ہیں
عظمتِ ذوالجلال کے دن ہیں

بِخُصْرٍ اِقْبَالِ

السلام اے بختِ اسلامیہ کے جاں نثار
 السلام اے پیرِ رومی کے مُریدِ بادقار
 وہ تصور جو تجھے رکھتا تھا پیہم بے قرار
 اس تصور کا کیلے کس نے دامن تار تار
 رنگِ دُبو میں اڑ گئی ہے اُس چین کی آبرو
 جس چین میں تھی ترے نعمت سے فصلِ بہار
 آرزو کا نڈھال کیا تھا؟ شکستِ آرزو؟
 کارواں کو کیا ہوا حاصلِ بجز گرد و غبار
 کس کی غفلت سے شکستہ ہو گئے جامِ دُبو
 میکہ کے کامیکہ کیوں ہو گیا ہے سوگوار
 آہ اے اقبال تو واقف نہ تھا اس راز سے
 اس وطن کے راہِ میرِ تجھ کو کریں گے شمار

لا الہ کے دم سے تھا میرے وطن کا اتحاد
 لا الہ کو چھوڑنے کا مے نتیجہ انتشار!
 اے خودی کے رازداں فسد یاد ہے فریاد ہے
 ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تیرا انوکھا شاہکار!
 اے شریکِ زمرہ لاکھنؤن تو ہی بتا،
 نوجوانانِ چین کیوں ہو گئے ہیں اشکبار
 افتخارِ ملک و ملت شاعرِ اسلام سن!
 یاد کرتے ہیں تجھے لاہور کے لیل و نہار
 شمعِ آزادی جو تیری فکر سے روشن ہوئی
 عزمِ تازہ مانگتی ہے حریت کی یادگار

کیا کہے واصف کہ یہ اقبال کا پیغام ہے
 ہوشیار اہل جنوں، اہل خرد سے ہوشیار

قائدِ اعظم

بے رنگ ہوئے سرِ دامن قائدِ اعظم
 ہم بھول گئے ہمہ کُن قائدِ اعظم
 اُڑتے ہیں یہاں زارِ غنّ قائدِ اعظم
 اُس قوم نے اوڑھا ہے کفن قائدِ اعظم
 دنیا بھی ہے فنِ دین بھی فنِ قائدِ اعظم
 ہے زارِ دُزبُولِ ارضِ وطن قائدِ اعظم

آدیکھ ذرا رنگِ حُسنِ قائدِ اعظم
 تنظیمِ اخوت ہے نہ اب عزمِ دلیق ہے
 مگش کی تباہی کا سماں پیشِ نظر ہے
 بخشا تھا جسے تُو نے اُجالوں کا ببادہ
 پاکیزہ سیاستِ مامتِ رہی باقی
 شاہیں کیلئے موت ہے گرگس کی غلامی

وہ رنگ دکھاتے ہیں تیشہ گروں نے
 کرنے ہمیں بخشی تھی جو آزادی کی نولت
 یہ زخم بھرے گا تو عدد کبھی لمبے
 کیا تجھ سے کریں گردشِ فلک کا شکوہ
 پرویس بنا اپنا وطن قائدِ عظیم
 ہم نصف لٹا کر ہیں مگن قائدِ عظیم
 زخمی ہیں عساکر کے بدن قائدِ عظیم
 کھانے لگی سورج کو کرن قائدِ عظیم
 اُٹے ہیں وہاں لنگ و محن قائدِ عظیم

احسانِ پرستوں کے لیے صبحِ مُسرت؟
 و اصف کے لیے رنجِ محن قائدِ عظیم

دُعَا

اللّٰہی واسطہ رحمت کا بُتھہ کو

اللّٰہی واسطہ وسعت کا بُتھہ کو

اللّٰہی واسطہ عظمت کا بُتھہ کو

اللّٰہی واسطہ قوت کا بُتھہ کو

اللّٰہی واسطہ شوکت کا بُتھہ کو

اللّٰہی واسطہ عزت کا بُتھہ کو

خطائیں بخش دے ساری الہی
 مصیبت سر پہ ہے بھاری الہی
 ہر اک سینے میں دل گہرا رہے
 کہ شیرازہ بکھرتا جا رہا ہے !
 اخت ہو رہی ہے پارا پارا
 سہارا دے سہارا دے سہارا
 خطاؤں سے ہماری درگزر کر !
 علاج سوزشِ داغ جگر کر !
 حوادث پر حوادث آ رہے ہیں
 کیے پر اپنے ہم پھٹا رہے ہیں
 جو خامی ہے ہماری دُور فرما،
 دعاؤں میں اترے میرے مولا !
 وطن کی جان ہی پر بن گئی ہے،
 بڑی دولتِ حق ہاتھوں سے لٹی ہے
 چھٹا امیہ کا ہاتھوں سے دامن
 جلی کچھ اس طرح سے شاخِ گلشن

بلا تے ناگہاں نازل ہوئی ہے
 ہر اک سینے میں جاں بے گل ہوئی ہے
 زمانے بھر میں ہم رُسا ہوئے ہیں
 ہمارے تذکرے کیا کیا ہوئے ہیں
 ہوئی ہے کفر کی یلغارِ مہم پر
 ہماری کیوں چلی تلوارِ مہم پر
 قیامت ہے قیامت آگئی ہے
 نگہ افکار کی پتہ لگتی ہے
 کہیں اقصیٰ کا ماتم ہو رہا ہے
 کہیں جھٹہ بدن کو رد رہا ہے
 کہیں اخبار کی سرخی جھی ہے!
 کہیں دوشیزگی لڑی گئی ہے!
 کوئی بچہ کہیں اغوا ہوا ہے!
 مرے مولا ہمیں کیا ہو گیا ہے
 کہیں گھر کو جلا یا جا رہا ہے،
 کہیں بھائی کو بھائی کھا رہا ہے!

وطن میں گل کھلائے جا رہے ہیں
 نئے عنوان لائے جا رہے ہیں
 کوئی تخریب کا پیغام بر ہے
 کوئی دشمن کا منظورِ نظر ہے !
 کسی کو غیر سے امداد آتی !
 دہاتے دہاتے دہاتی !
 محافظِ دین کے پیرانِ جعلی !
 بادلے اوڑھ کر بیٹھے ہیں خالی !
 غریبوں کی کھائی کھا رہے ہیں !
 توکل کا بیسافرا رہے ہیں !
 نہ راہی ہیں نہ رستہ آشنا ہیں !
 بزعیمِ خویش پتے رہنما ہیں
 مگر ہے رسم کے قابلِ مسلمان
 کہ تیرا نام لیرا ہے یہ ناداں !
 مسلمان کو مٹایا جا رہا ہے !
 نگہبیاں کو سلا یا جا رہا ہے !

جگہ شکوہ نہیں یہ، البتہ ہے،
 مسلمانوں سے کیوں ناراض سب ہے
 الہیے یا الہیے یا الہیے !
 ہوئے مجبوس کیوں تیسے سپاہی !
 مسلمان کو عطا کر سرفرازی !
 کہ غازی لے کے آتیں اپنے غازی
 مسلمان کو بننا پتا مسلمان !
 بنے اب غیب ہی سے کوئی سامان
 مسلمان سے مسلمان دور کیوں ہے
 ہر اک اپنی جگہ مجبور کیوں ہے !
 مسلمان کا لہو اڑاں ہوا ہے !
 چمن توحید کا ویراں ہوا ہے
 ترے محبوب کی محبوب امت
 زمانے میں ہوئی غرقِ ندامت !
 مسلمان کو عطا کر زورِ حیدر،
 صفِ دشمن کو تو زیر و زبر کر !

بچا ملت کو ٹو اپنے کرم سے ،
 کریمانہ نظر مت پھیر، ہم سے !
 کہ تیرے ہی کرم کا آسرا ہے
 دگر نہ پاس اپنے اور کیا ہے !
 خدایا بس تری رحمت ہے درکار
 ہمیں معلوم ہے ہم ہیں گنہگار !
 فقط اک آسرا باقی ہے تیرا ،
 دگر نہ چار سو چھایا اندھیرا
 گناہوں نے دعائیں چھین لی ہیں
 خطائیں کچھ زیادہ مہلکم کی ہیں !
 مگر رحمت تری حلوی غضب پر
 کرم کر یا الہی اور سب پر !
 خدایا اپنی رحمت عام کر دے
 بہت بگڑا ہوا ہے کام کر دے
 کرم کی اک نظر ہو جانِ عالم ،
 سوالی ہیں ترے باچشمِ پر نعم !

تجھے سب اولیاء کا واسطہ ہے
 شہید کر بلا کا واسطہ ہے !
 علی المرتضیٰ کا واسطہ ہے !
 محمد مصطفیٰ کا واسطہ ہے !
 میرے منعم کر اب حاجت روائی ،
 میرے بادی بس اب جو رہنمائی
 ہٹا دے سب کی رغبت ماسوائے
 محبت ہو تو محبوب خدا سے
 کہ عاصی ہیں ترے در کے سوالی
 کوئی کاسہ نہ اب رہ جائے خالی
 بھر دسہ غیسہ کا ہم سے اٹھلے
 ہمارا بن بسیں اپنا بنا لے !
 ترے در پر نگوں ہر اک جہیں ہو
 فردزاں قلب میں شمع یقین ہو !
 نبی کی آل کا خادم بنا دے ،
 مسلمانوں کو سیدھی رہ دکھا دے

بے تیری ذات حاوی ہر جہاں پر
 زمانوں پر زمیں پر آسماں پر
 ترے آسمانے حسنی کا سہارا
 وگرنہ کون ہے اپنا ہمارا
 حکومت چاہتے ہیں ہم اللہ کی
 غلامی مانگتے ہیں مصطفیٰ کی !
 صحابہ کی حقیت دمانگتے ہیں
 بغا، صدق و عدالت مانگتے ہیں
 شجاعت اور دستِ مرتضیٰ کی
 یہی ہے آرزو اپنی دُعا کی
 تو اپنے دوستوں کو حکم فرما
 کہ ہو جائیں اکٹھے سارے یکجا
 وطن تقسیم پھر ہونے نہ پاتے،
 کہیں یہ شمع ہی گُل ہو نہ جائے
 عطا کر اپنے سب مخفی خزانے
 کہ ہوں آباد اُجڑے آشیانے !

مریضوں کو مرے مولا شفا دے
غریبوں کو کٹکٹش یا خدا دے
تجھے ہے واسطہ تیری طلب کا،
بنادے اپنا ذکر قلب سب کا
اسیروں کو مرے مولا رہا کر !
کریمانہ نظر میرے خدا کر !

الہی بخش دے سب کی خطا کو ، !
قبولیت دے میری دعا کو !

پاکستانی دفتار عظم
دارت علم و ادب

سُخْن در سُخْن

(غزلیں)

یہ کتاب مسلمانوں کی تعلیم و ترقی کے لیے لکھی گئی ہے۔
اس میں مسلمانوں کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
اس کتاب کے مصنف کا مقصد ہے کہ مسلمانوں کو اپنی زندگی میں
اللہ کی راہ میں قربانی کی تلقین کرے۔



اب کیا جو فغاں میری پہنچی ہے ستاروں تک
تُو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو عینِ نزلِ خوانی !
«قبائل»

رِوائے شب سے دُور آفتاب تھے کتنے
 ہماری اپنی نظر پر حجاب تھے کتنے !
 یہ دیکھنے کو میں بڑھتا رہا گناہ کی سمت
 کہ عاصیوں پہ کرم بے حجاب تھے کتنے
 اک آسمان مری گود میں تھا بھر کی شب
 قدم قدم پہ درخشاں شہاب تھے کتنے
 صبح کے وقت فضاؤں سے تیرگی نہ گئی
 عروسِ صبح کے رُخ پر نقاب تھے کتنے
 جنوں کی ایک ہی جنبش سے پھٹ گئے بول
 خرد کی تیرہ فضا میں سحاب تھے کتنے
 کہاں تھا دشتِ طلبِ حُسنِ زندگی سے تھی !
 خلوص و مہر و دُعا کے سراب تھے کتنے
 گھلی جو آنکھ پسِ مرگ تو یہ راز کھلا ، !
 کہ ایک خواب کے عالم میں خواب تھے کتنے

ظاہر میں گرچہ جسم مرا بے خراش ہے
 احساس کا وجود مگر قاش قاش ہے
 تیری نظر ہے مطلعِ انوارِ صبح پر،
 میری نظر میں ڈوبتے سورج کی لاش ہے
 آواز دے کے آپ تو خاموش ہو گئے
 میرے لہو میں اب بھی وہی ارتعاش ہے
 ٹھہرے سمندروں کی طرح تم ہو بے طلب
 آبِ رواں ہوں، مجھ کو تنہائی تلاش ہے
 سنگِ خزاں سے دستِ صبا نے لیا ہے کام؛
 آئینہٴ جمالِ چینِ پکش پاش ہے
 انسانیت کی موت ہے وہ دورِ اقتدار
 جس دور میں صحیفہٴ فطرت "نراش" ہے
 و اصف یہ کس مقام پہ لایا مجھے جنوں !
 اب اُن کی جستجو ہے نہ اپنی تلاش ہے

گردِ سفر میں قافلہ ملت کا اٹ گیا
 یہ سانحہ باطلیتیں کو الٹ گیا
 ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے
 تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا !
 تھا اک عذاب ہر کرشمہ مرے لیے
 مر ہوں برق ہوں کہ یہ قصہ نہٹ گیا !
 کچھ اس طرح سے مجھ کو ملی دادِ تشنگی !
 میرے قریب آ کے سمندر سمٹ گیا !
 ہے میری عاجزی کو ہر اک دور میں ثبات
 اور آپ کا غرور غبارہ تھا پھٹ گیا
 پہلا قدم ہی عشق میں ہے آخری قدم
 محروم عشق ہے جو ارادے سے ہٹ گیا
 دورِ غم میں تیرگی کتنی فضا میں تھی !
 واصف جنوں کے دور میں ماحول چھٹ گیا

رگہ نہیں ہے اگر میں تری نظریں نہیں
 ستارہ کوئی بھی اس وقت اپنے گھر میں نہیں
 تری طرح مری دنیا میں، خستہ یار کے
 مری طرح کوئی بے بس تیرے نگر میں نہیں
 کیا ہے فک و نشین سے برق نے آزاد
 خدا کا شکر کہ اب میں کسی خطر میں نہیں
 اب اعتبار کسی کا کوئی کرے کیسے
 بھنور ہے کشتی میں، کشتی کسی بھنور میں نہیں
 کوئی امیر ہوا پنی بلا سے، کوئی غریب
 سوال اتنا ہے کیوں فرق خیر شر میں نہیں
 اس ارتقا کا نہ جانے زوال کیا ہو گا
 بشر کی کوئی صفت آج کے بشر میں نہیں
 چلے ہو ساتھ تو ہمت نہ ہارنا و اصف
 کہ منہ زلوں کا تصور میرے سفر میں نہیں

رازِ دل آشکار آنکھوں میں
 حشر کا انتظار آنکھوں میں
 وہ بھی ہو گا کسی کا نورِ نظر
 جو کھٹکتا ہے خار آنکھوں میں!
 لے کے اپنی نگاہ میں تسلیم
 آمری ریگ زار آنکھوں میں
 کچھ بگولے سے رقص کرتے ہیں
 کچھ گریباں کے تار آنکھوں میں
 رہ گئی کان میں صائےِ درجس
 کارواں کا غبار آنکھوں میں!
 چھوڑ کر چل دیا ہے ہم درجنوں!
 اک حسین یادگار، آنکھوں میں!

ابرِ رحمت مری نظر سے گزرا!
جل رہے ہیں چار آنکھوں میں!
مجھ کو جو کچھ ملا، مری قسمت،
تو بے کیوں شرمسار، آنکھوں میں
رات کیسے بسر ہوئی و اصف!
دن کو بے کیوں خمار آنکھوں میں!

آنکھ برسی تو بے بہا برسی !
جیسے برسات میں گھٹا برسی
زندگی میں برا خیال نہ تھا
بعد مرنے کے اب مٹا برسی !
دامن گل پہ گوہرِ شبِ بنم
ہو گئی جس کی چشم دا، برسی
آسمانوں سے نور برسا تھا
آسمانوں پہ خاک ، برسی
مجھ میں تجھ میں یہ فرق تھا و اصف
آنکھ میری ، تری قبر برسی !

ہر شام گرچہ آئی نظر حوصلہ شکن
 ہر صبح نے دیا ہے مجھے عزم کو بہن
 کیا گل کھلا گئی ہے صبا صحنِ باغ میں
 شاخیں ہیں سر بریدہ، شگوفے دریدہ تن
 انجام تھا نوشتہ دیوار کی طرح !
 آغاز ہی سے ٹوٹ رہا تھا مرا بدن
 ایسے میں روشنی کی تنہا زندگی
 جب آفتاب سے ہو گریزاں کرن کرن
 دھلتا رہا خیال مرا عرفِ مصوت میں
 تخیلِ جاں کے بعد ملا گوشتِ سخن
 دیوانگی کے بعد ملی مجھ کو آگہی !
 میرے جنوں نے مجھ کو دیا اذنِ پیر بہن
 و اصفِ جہانِ فکر کی تنہائیاں نہ پوچھ !
 اہلِ تسلیم کے واسطے خلوت بھی افسوس

جو لوگ سمندر میں بھی رہ کر رہے پیاسے
 اک ابر کا ٹکڑا انہیں کیا دے گا دلا سے
 مانا کہ ضروری ہے نگہبانی خودی کی!
 بڑھ جاتے نہ انسان مگر اپنی قبضے سے
 برسوں کی مسافت میں وہ طے ہو نہیں سکتے
 جو فاصلے ہوتے ہیں نگاہوں میں ذرا سے
 تو خون کا طالب تھاتری پیاس بجھی ہے،
 میں پاتا رہا نشوونما، آب و ہوا سے!
 مجھ کو تو مرے اپنے ہی دل سے ہے شکایت
 دُنیا سے لگہ کوئی نہ شکوہ ہے خدا سے
 ڈر ہے کہ مجھے آپ بھی گمراہ کریں گے!
 آتے ہیں نظر آپ بھی کچھ راہِ سنا سے

دم بھر میں زمیں بوس وہ ہو جاتی ہے واصف
 تعمیر نکل جاتی ہے جو اپنی بنا سے!

رستے میں اک شجر ہے زمیں پر پڑا ہوا
 سایہ مگر ہے اپنی انا پر اڑا ہوا !
 دیدہ دروں نے اُس کو بنایا امیرِ شہر
 تھا جس کی چشم کو رمیں پتھر جڑا ہوا
 کس کس سے تعزیت کا فریضہ ادا کریں
 ہر آدمی کے سر پہ ہے کتبہ گڑا ہوا
 توڑے گا کون وقت کے ظالم جو کو
 اہل ہنر کے لب پہ ہے تالا پڑا ہوا

قاتل بھی یار تھے مرے مقتول بھی عزیز
 و اصف میں اپنے آپ میں نام بڑا ہوا

ہر چہرے میں آتی ہے نظریار کی صورت
 احباب کی صورت ہو کہ اغیار کی صورت
 سینے میں اگر سوز سلامت ہو تو خود ہی !
 اشعار میں ڈھل جاتی ہے افکار کی صورت
 جس آنکھ نے دیکھا تجھے اس آنکھ کو دیکھوں
 ہے اس کے سوا کیا تیرے دیدار کی صورت
 پہچان لیا تجھ کو تری شیشہ گری سے !
 آتی ہے نظرن سے ہی فنکار کی صورت
 اشکوں نے بیاں کر ہی دیا رازِ تمنا،
 ہم سوچ رہے تھے ابھی اظہار کی صورت
 اس خاک میں پوشیدہ ہیں ہر رنگ کے خاکے
 مٹی سے نکلتے ہیں جو گلزار کی صورت
 دل ہاتھ پہ رکھا ہے کوئی ہے جو خریدے ؟
 دیکھوں تو ذریائیں بھی خریدار کی صورت !

صورت میری آنکھوں میں سماتے گی نہ کوئی !
نظروں میں بس رہتی ہے سرکار کی صورت
واصف کو سرِ دار پکارا ہے کسی نے
انکار کی صورت ہے نہ اقرار کی صورت

یاسکین دقا
دات دات
یاسکین دقا
دات دات
یاسکین دقا
دات دات

میں ہر اک موج کے ہمراہ بکھرنے والا
 تُو مجھے دیکھ کے اُس پار اترنے والا،
 آج آسیب کی مانند ڈراتا ہے مجھے
 وہ جو کل تک تھا مرے سائے سے ڈرنے والا
 اپنے چہرے میں دکھا جاتا ہے کتنے چہرے
 اجنبی بن کے نگاہوں سے گزرنے والا
 آج اک درد کی تصویر بنا بیٹھا ہے
 رنگ افکار کی تصویر میں بھرنے والا !

کوئی شکوہ نہ شکایت رہے باقی واصف
 آنکھ اک بار ملائے تو مگر نے والا !

چھوڑ کر جانے مجھے رنگِ مدارات سمجھ
 میرے سائے کو مری طرح مری ذات سمجھ
 میرے الفاظ کی ترتیب پہ برم کیوں ہے
 میرے الفاظ میں پوشیدہ ہے جو بات سمجھ
 محسب جھوٹے گواہوں کی گواہی پہ نہ جا
 غور سے دیکھ مجھے صورتِ حالات سمجھ
 اپنے شاداب حسین چہرے پہ مغرور نہ ہو
 زرد چہروں پہ جو لکھے ہیں سوالات سمجھ
 شاخ سے ٹوٹے ہوئے پتے کا پیغام بھی سن
 جھوٹی گاتی بہاروں کی مکافات سمجھ
 چھوڑ اب کوئے تنہا سے گزرنے کا خیال
 کہہ رہی ہے تجھے کیا گردشِ حالات سمجھ
 کوئی درویش، خدامت، قلندر، و آصف
 آگیا تیرے مقابل تو وہیں مات سمجھ

شب چراغ

ہر انسان ہی کہتا ہے، دیکھو تو آب کیا ہوتا ہے
رستے میں دیوار کھڑی ہے، اتنا تو سب کو دکھتا ہے
چاروں سمت اندھیرا پھیلا، ایسے میں کیا رستہ سُوجھے
پر بت سر پر ٹوٹ ہے میں، پاؤں میں دریا بہتا ہے
میری سندرتا کے گئے جھین کے وہ کہتا ہے مجھ سے
وہ انسان بہت اچھا ہے جو ہر حال میں خوش رہتا ہے
اک چہرے سے پیار کروں میں، اک خوف لگے ہے مجھ کو
اک چہرہ اک آیت ہے، اک چہرہ پتھر لگتا ہے
میں تقدیر زمانے بھر کی، ہر انسان مفت درمیرا
جرم کسی کا چلتے چلتے میرے ہی سر آپڑتا ہے
کتنے جلوؤں سے گزرا ہوں، کتنے منظر دیکھے میں نے
اب بھی آنکھ سے اُدھل ہے وہ جو میرے دل میں رہتا ہے
دھوپ اور چھاؤں سے بنتا ہے ہستی کا افسانہ واضح
بڑھ جاتے ہیں وہم کے سائے، عزم کا سُوج جب ڈھلتا ہے

لب پہ آکر رہ گئی ہے عرضِ حال کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال
 عشق کیا ہے آرزوئے قُربِ حُسن حُسن کیا ہے عشقِ حُسنِ خیال
 اس زمانے میں سکوں کی آرزو! اس زمانے میں سکوں بنا محال
 چارہ گر اپنی سیجانی کو چھوڑ اُن سے ملنے کی کوئی صورت نکال
 دل لگی جس کو سمجھ بیٹھے ہو تم! یہ کسی کی زندگی کا ہے سوال!
 تنگدستی اور ان کی آرزو! اک قیامت ہے بابلِ اندر و بابل
 پھر وہی میں ہوں وہی اُنکی طلب پھر کسی طوفان کا ہے استمال!
 وقت کی آواز پر چلنا دُرست وقت کو آواز دینا ہے کمال

دھل نہیں سکتے کبھی و اصف علی
 شعر کے سانچے میں انکے خد و خال

یہ روشنی ہے مانگی ہوئی آفتاب سے
 ڈرتا ہوں اس لیے میں شب بہتا ہے
 رحمت نے تیری مجھ کو گلے سے لگایا
 میں ڈر رہا تھا ورنہ حساب و کتاب سے
 میں بھی سوال کر کے بڑا منفعل ہوا،
 نادم ہوتے ہیں آپ بھی اپنے جواب سے
 ذوقِ نظر طے تو متا شاہے کائنات
 ہر ذربے میں مجھے ہیں کئی آفتاب سے
 پہلے تو اپنے آپ کو اک آئینہ بنا
 وہ خود نکل کے آئیں گے اپنے نقاب سے
 کیا فرض، نفس رہے آسودہ بہار
 آتی ہے بوئے خون بھی بوئے گل سے
 کس کے لبوں سے دامن تقدیریں متب
 رنگین تر ہے، صورتِ مہبائے ناب سے

کیا بدگمانیاں تھیں حقائق کے ضمن میں ،
کتنی ترقیات تھیں وابستہ خواب سے
گھمائے رنگ رنگ کا ممکن ہے یہ زمیں
نسبت ہے خاک کو بھی شہرِ بوتراب سے
جس ذات پر نزولِ کلام مجید ہو
وہ ذات کم نہیں ہے مقدس کتاب سے
اس دور پر فریب میں واصف وفا کہاں
دنیا نکل چکی ہے وفا کے سراب سے

کربت کئے کب بوجھ کہ نہیں سکتے
 کب ہو گا دعاؤں میں اثر کہ نہیں سکتے
 چلتے ہیں تو رستہ ہمیں رستہ نہیں دیتا
 ہے طفرہ ستم گھر کو بھی گھر کہ نہیں سکتے
 لے جاتے گی کس سمت ہوا کچھ نہیں معلوم
 کس دیس میں اب ہو گی بسر کہ نہیں سکتے
 جس ذات سے منسوب کئے بیٹھے ہیں خود کو
 اُس کو بھی ہے کچھ اس کی خبر کہ نہیں سکتے
 و اصف یہی ہر کس و ناکس کی زباں پر
 ہم جانتے سب کچھ ہیں مگر کہ نہیں سکتے

کل تک جو کر رہے تھے بڑے حوصلے کی بات
 ہے اُن کے لب پہ آج کھٹن مرحلے کی بات
 جس کا رداں کے سامنے تارے نگوں رہے
 صحرائیں اڑ گئی ہے اُسی قافلے کی بات
 آخر سرِ غرور نے سجدہ کیا اسے
 یوں مختصر ہوتی ہے بڑے فاصلے کی بات
 راہِ طلب میں ہم سے کوئی بھول ہو گئی
 کیوں کر رہیں آپ ہمارے صلے کی بات
 ہم نے تو عرض کر ہی دیا حرفِ مدعا
 اب آپ ہی کریں گے کسی فیصلے کی بات
 اُن کی تلاش اصل میں اپنی تلاش ہے
 کس سلسلے سے جا ملی کس سلسلے کی بات!
 و اصف دیارِ عشق میں لازم ہے خامشی!
 مر کر بھی لب پہ آئے نہ ہرگز گلے کی بات

تُو فیصلہ ترکِ طاقت میں گم ہے
 بسندہ تیری دیرینہ غیبت میں گم ہے
 ہم منزلِ بے نام کے راہی ہیں ازل سے
 تو تذکرہٴ حسنِ مقامات میں گم ہے
 شادابی گلشن کو بیاباں نہ بنا دے
 وہ شعلہٴ بے تاب جو برسات میں گم ہے
 ”ہے گردشِ دوراں کا، غماں گیر قلندر“
 گم کردہ روایات، مگر ذات میں گم ہے
 منزلِ بے بہت دور مگر حُسنِ تقرّب !
 واصفِ تھے قدموں کے نشانات میں گم ہے

کیا جلتی ہوئی ریت پہ ہم ڈھونڈ رہے ہیں
 صحرائیں ترا نقشِ قدم ڈھونڈ رہے ہیں!
 دیرینہ غایات ہی کچھ کم تو نہیں تھیں
 وہ اور ہی اندازِ کسم ڈھونڈ رہے ہیں!
 یہ ہم ہیں تو وہ کون ہے وہ ہم ہیں تو یہ کون
 کچھ اور ہی آئینے میں ہم ڈھونڈ رہے ہیں
 ہوتا ہے کبھی شوق بھی اس راہ میں حائل
 ہم یار کو بادیدہٴ غم ڈھونڈ رہے ہیں!
 جس دن سے شناسائی ہوئی آپ کے غم سے؟
 اس دن سے مجھے سیکڑوں غم ڈھونڈ رہے ہیں
 سہمی ہوئی ویران گزرگاہِ نظر میں
 آجاکہ تجھے آج بھی ہم ڈھونڈ رہے ہیں!
 واصیف ہمیں کیا واسطہ ہے جامِ دسبوس
 میخانے میں ہم شیخِ محرم ڈھونڈ رہے ہیں

سنگِ درِ حبیب ہے اور سرِ غریب کا !
 کس ادوج پر ہے آج ستارہ نصیب کا
 پھر کس لیے ہے میرے گناہوں کا احتساب
 جب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیب کا !
 راہِ فراق میں بھی رستِ سفر رہا ،
 زخمِ جگر نے کام کیا ہے طبیب کا
 منصور ہے نہ کوئی میحانِ ظہیر میں ہے
 کیا ہے محل ہے تذکرہ دارِ و صلیب کا !
 رکھتا ہے بے ادب بھی یہاں زعمِ آگہی
 یہ حال ہے تو حال نہ پوچھو ادیب کا !
 یہ بارگاہِ حسنِ دو عالم نہ ہو کہیں
 بے پاسِ باںِ قیب یہاں کیوں قیب کا
 واصف علی تلاش کرے اب کہاں تجھے !
 دُوری کو جب ہے تجھ سے تعلقِ قریب کا

نہ آیا ہوں نہ میں لایا گیا ہوں
 میں حرفِ کُن ہوں نہ پایا گیا ہوں
 مری اپنی نہیں بے کوئی صورت !
 ہر اک صورت سے بہلایا گیا ہوں !
 بہت بدلے مرے اندازِ لسیکن
 جہاں کھویا دیں پایا گیا ہوں !
 وجودِ غیر ہو کیے گوارا ،
 تری راہوں میں بے سایا گیا ہوں !

نہ جانے کونسی منزل ہے واصف
 جہاں نہلا کے بلوایا گیا ہوں !

تیری نگاہِ لطف اگر ہمسفر نہ ہو
 دشواریِ حیات کبھی مختصر نہ ہو
 اتنا ستم نہ کر کہ نہ ہو لذتِ ستم
 اتنا کرم نہ کر کہ مری چشم۔ تر نہ ہو
 یہ بھی درست، میرے فسانے ہیں چارو
 یہ بھی بجا۔ کہ آپ کو میری خبر نہ ہو
 میری شبِ فراق نے دی مجھ کو یہ دُعا
 دامن میں تیرے آہِ سحر ہو، سحر نہ ہو
 اس دہریسِ عروج کا بلنا محال ہے
 تہستی کے ہر زوال پہ جب تک نظر نہ ہو
 اُس پر کرے گا کون زمانے میں اعتماد
 اپنی نظریں ہی جو بشرِ معتبر نہ ہو!
 واصلِ عبت ہے بحث۔ ایوِ غریب کی
 جب تک عبورِ فلسفہ خیر و شر نہ ہو

کبھی بُلا کے کبھی پاس جا کے دیکھ لیا
 فسوں سوزِ دروں آزما کے دیکھ لیا
 بٹھا کے دل میں تمہیں بارہا ناز پڑھی
 تمہارے گھر ہی کو کعبہ بنا کے دیکھ لیا
 متاعِ زلیات بنے تیرے نقشِ پا کی قسم
 وہ اشک تُو نے جنہیں مُکرا کے دیکھ لیا
 ترے سوا تیری اس کائنات میں کیا ہے
 جلا کے دیکھ لیا دل بھجا کے دیکھ لیا !
 کلیمِ ہوش کو کب تابِ حُسنِ نظارہ
 یہ طورِ دل ہے کہ خود کو جلا کے دیکھ لیا
 بنے وہ شبنم و گلِ عنذلیب و سرِ دامن
 نگاہِ شوق نے آنسو بہا کے دیکھ لیا
 نظر ہے شیشہ و ساغر، نظر ہے مے و آصف
 نظر کا جامِ نظر کو پلا کے دیکھ لیا !

تنہا سفر میں یا میں کسی انجمن میں ہوں
یارو میں بے وطن ہوں کہ اپنے وطن میں ہوں
بے شام انتظار بھی میری نگاہ میں !
کنے کو التفات کی پہلی کرن میں ہوں !
دنیا کا احترام، کہ طالب ہے آپ کی
میرا بھی احترام، کہ اپنی لگن میں ہوں !
اہلِ فرد کے اب تو گریبان چاک ہیں،
میرے جنوں کی خیر کہ میں پیر ہوں میں ہوں
ہے حرفِ آرزو بھی غلط جس مقام پر ،
واصف میں اس مقام پہ ذوقِ سخن میں ہوں

تیری طلب میں جاں بلب ہو گیا ہوں میں
 آنے کا تیسرے لوں بھی سبب ہو گیا ہوں میں
 تو ہے کہ تجھ کو خستِ یک گم بھی نہیں
 میں ہوں کہ تیری راہ طلب ہو گیا ہوں میں
 میں تیری جستجو میں بڑی دُور آ گیا
 تجھ سے بھی بے نیاں اب ہو گیا ہوں میں
 گل کر کے آرزو کے دیئے اپنے ہاتھ سے
 خود تیرے انتظار کی شب ہو گیا ہوں میں
 رہتا ہوں دُور دُور میں تجھ سے بھی اس لیے
 تنہائیوں میں رہ کے عجب ہو گیا ہوں میں
 سمجھو اگر تو غم ہے مری کائنات میں
 دیکھو اگر تو موجِ طرب ہو گیا ہوں میں
 دشتِ جنوں میں آتے ہیں واصف کے غمگین
 صحرا کی رونقوں کا سبب ہو گیا ہوں میں

شام تو شام، صبح بھی ہے رات
 جیسے نفَس کی زندگی ہے رات
 رقص کرتے ہیں جب درو دیوار
 دل کے آگن میں جھونتی ہے رات
 آتے آتے پٹ گیسا سورج !
 جاتے جاتے ٹھہر گئی ہے رات
 پھر کبھی زخِ م نے زباں کھولی .
 پھر دبے پاؤں آ رہی ہے رات
 بزمِ ہستی بجا رہی ہے کہیں !
 برق بن کر کہیں گری ہے رات
 تیرے دامن میں ڈال کر تارے ،
 میرے دامن سے آ لگی ہے رات
 کس نے آواز دی مجھے واصف !
 مجھ سے یہ راز پوچھتی ہے رات

میں اسیرِ رنگ و بو پا بس درِ آب و گل رہا
 ذات کا عرفاں مجھے اس حال میں مشکل رہا
 دوستوں نے پھیر لی جب سے نگاہِ التفات
 مہرباں ہو کر مرے گھر میں مرا تال رہا
 کب مری تخریب میں تیرا تغافل تھا شریک
 کب تری تمہیں میں میرا ہوشاں رہا
 کوئی امدادی نہ آیا ڈوبنے والے کے پاس !
 اک ہجرم دوستان یوں تو سرسراہل رہا
 دل کے بجھتے ہی چراغِ انجمن خاموش تھا
 دل جلا جب تک بڑا ہنگامہ مچل رہا !
 قربتوں کے برف خانوں میں رہا اک اضطراب
 ہجر کے آتش کدوں میں اک سکوں حاصل رہا
 ہمسفر و اصف علی - گردِ سفر میں رہ گئے ،
 مجھ کو احاسِ ندامت یوں سیرِ منزل رہا

شب چراغ

ملا ہے جو مہتر میں رستم تھا
زہے قسمت مرے جھٹے میں غم تھا
جب سین شوق نے یہ راز کھولا!
ہر اکعبہ ترا نقش قدم تھا!
وہ نادم ہو گئے اپنے ستم پر
ستم یہ بھی تو بالائے ستم تھا!
سری کوتہ نکا جی تھی دگر نہ!
ستم اُن کا تو اک حُسنِ کرم تھا

جسے تُو رائیگاں سمجھا تھا واصف
وہ آنسو افتخارِ جامِ جم تھا!

پھر تجھے یاد کر رہا ہوں میں
 پھر زمانے سے ڈر رہا ہوں میں
 عزمِ راسخ ہے یا فریبِ خودی
 منزلوں سے گزر رہا ہوں میں
 اُن کی دیوار کا لے سایہ !
 آسمان سے اتر رہا ہوں میں
 بے بسی نے ڈبو دیا ورنہ !
 قادرِ خیر و شر رہا ہوں میں !
 عمر تاریکیوں میں کاٹی ہے ،
 اب اُجالوں سے ڈر رہا ہوں میں
 کوئی دامنِ سمیٹ لے مجھ کو ،
 آنسوؤں میں بکھر رہا ہوں میں
 کیوں نہ واسفِ بپا ہواکِ محشر !
 موت سے پہلے مر رہا ہوں میں

کیا سوچ کے آئے تھے تری بزم میں ہم آج
 کیا سوچ کے ہم لوٹے ہیں بادیدہ نم آج
 لودہ بھی پشیمان ہوئے اپنے ستم پر
 لویہ بھی ستم دیکھو بہ اندازِ کرم آج
 ہستی کے فنانے کو جو عنوان ملا ہے
 پیشانی احساس پہ کرنا ہے رستم آج
 میں گردشِ دوراں کو سمجھتا ہوں غنیمت
 یہ گردشِ دوراں بھی کہیں جائے نہ تھم آج
 وہ سر جو سرفرازی ملت کے میں تھے
 وہ سر بھی ہوئے صُکوتِ حالاتِ خم آج
 مت پوچھتیں ہو گیا مغلوب کہاں کیوں
 مت یاد دلا اپنی محبت کی قسم آج

اک سجدہ، بنا مِ دلِ وارفتہ بھی واصل
 دروازہ میخانہ بنا، بابِ حرم آج !

زندگی ننگِ درِ یار سے آگے نہ بڑھی
 عاشقی مطلعِ دیدار سے آگے نہ بڑھی !
 تیرگی کیسے خمدار سے آگے نہ بڑھی
 روشنی تابشِ رخسار سے آگے نہ بڑھی
 دلبری رونقِ بازار سے آگے نہ بڑھی
 سادگی حسرتِ اظہار سے آگے نہ بڑھی !
 خود فراموش ترے عرش کو چھو کر آتے،
 خواجگیِ جبّہ و دستار سے آگے نہ بڑھی
 بس میں ہوتا تو تری بزمِ بجاتے ہم بھی
 بے بسی، سایہِ دیوار سے آگے نہ بڑھی
 جلوةِ ذات سے آگے تھی فقط ذات ہی ذات
 بندگیِ رقصِ سردار سے آگے نہ بڑھی
 بے خودی و دشتِ دیبا باں کو راہِ مصاف
 آگہی وادیِ پر خار سے آگے نہ بڑھی !

ترے قریب ہوتے جب سے آشکار ہوئے
 ہزار بار کہاں صد ہزار بار ہوئے
 تمہاری بزم میں تارے بھی پڑ سکوں تھے مگر
 یہ ادربات کہ ہم دور بے قرار ہوئے
 بقا فنا کی فنا ہی بفتا کی راہ بنی !
 خزاں سے گزرے تو ہم بادِ نو بہار ہوئے
 بلا نہ ہم کو اگر سنگِ آستان کا نشان
 برنگِ موج اُٹھے راہ کا غبار ہوئے
 ہوا تھا حُسن ہی خود مائلِ کرم و اصف
 وہ اپنی ذات میں مخفی تھے آشکار ہوئے

ہم غریبوں پہ عنایات، خدا خیر کرے
 لب پہ آتے ہیں سوالات، خدا خیر کرے
 حُسنِ بیدنِ جہانات، خدا خیر کرے
 عشقِ پابندِ روایات، خدا خیر کرے
 اے کتے میں کسی چیمیز کا پا کر کھونا
 سرِ بازار ملاقات، خدا خیر کرے !
 نکتے نکتے بھی قدم اٹھ گئے منزلِ کھینچ
 بنتے بنتے ہی بنی بات، خدا خیر کرے
 بے خبر ہوتا ہے منزل سے دہی جس نے کیا !
 دعویٰ کشفِ دکرامات، خدا خیر کرے
 دار پر ہوتی ہے سند پہ نہیں ہو سکتی !
 گفتگو ذات سے بالذات، خدا خیر کرے
 یادِ ماضی ہے نہ اندیشہ فردا و اصف !
 مٹ گئے سارے نشانات، خدا خیر کرے

دیے ہیں تو نے زمانے کو بھر کے جامِ دسبو
 میں تشنہ لب ہوں مرے واسطے جگر کا لہو
 بھٹک رہا تھا میں سود و زیاں کے صحرا میں
 ترے دیار میں لاتی مجھے تری خوشبو، !
 جب اپنی آنکھ سے دیکھا تو سب مرے اغیار
 تری نگاہ سے دیکھا تو میں ہی اپنا عدو
 حصارِ وقت کو میں توڑ کر نکل نہ سکا !
 ترے جمال کا پہرہ لگا رہا ہر سو !
 تری تلاش مجھے میرے سامنے لائی،
 میں آئینے میں جو اُترا تو زبردست تھا تو !
 اس انقلاب کو کہتے ہیں ارتقائے حیات
 کہ میں بھی میں نہیں اب تو بھی کب ہے "تو" !
 کلی کی آنکھ کے کھلنے کی دیر تھی واصف
 خدا کا شکر کیا ہے گلوں نے کر کے وضو !

دوستو۔ دوستی کا نام نہ لو !
 ہو چکی، دل لگی کا نام نہ لو !
 میسکدے کے اصول بھی دیکھو
 میسکشو، شنگی کا نام نہ لو !
 سرفرازی ملی نشیمن کو
 برق کی برہمنی کا نام نہ لو !
 نیت نئے گھل کھلا ہی کرتے ہیں
 ایک دل کی کھلی کا نام نہ لو !
 شہر کی جان ہو جہاں آباد
 شہر کی اُس گلی کا نام نہ لو !
 بے خبر، زندگی کا کیا شکوہ !
 مختصر زندگی کا نام نہ لو !
 مار ڈالے گی شاعری و اصف !
 بھول کر شاعری کا نام نہ لو

زبان ہم ہیں، ہمہ گوش و گفتگو، ہم ہیں
 ہم آئینہ ہیں نظر، ہم ہیں رو برو، ہم ہیں
 ہزار پردوں میں پنہاں ہے گرجاں ترا
 تو کیا بہارِ حین، ہم ہیں رنگِ دُبو، ہم ہیں؟
 لو اپنے سر کو ہتھیلی پہ رکھ لیا، ہم نے
 تمہاری تیغِ تغافل کی آبرو، ہم ہیں
 سکوتِ شب میں درِ میکدہ پہ کون آیا؟
 خطا معاف ہو اے جانِ آرزو، ہم ہیں!

ہمارے چاکِ گریباں کا ذکر کیا و اصف
 نہ پوچھ کس لیے بیگانہ رفو، ہم ہیں!

شکوہ تو نہیں، سستی اگر وقفِ الم ہے !
 غمخوار نے منہ پھیر لیا مجھ سے، ستم ہے
 خود دار ہوں، خود سر ہوں، میں خم دست ہوں لیکن
 تو سامنے آجاتے تو سر آج بھی خم ہے
 تقدیر بدل جائے تو حاصل بھی ہے تقدیر،
 آغاز کی پیشانی پہ انجامِ ستم ہے !
 یادوں کی گزرگاہ میں اڑتے ہیں گولے
 بھروسے کا نشان ہے نہ کوئی نقشِ قدم ہے
 اندازِ قلندر کا نہ بے باک ہو کیونکر !
 ہستی کا بحرِ اس کی نگاہوں میں علم ہے
 بحدہ ہو تو میخانے کے دروازے پہ دل ہے
 ساقی کی نظر ہو تو یہی بابِ حرم ہے
 بے بات تعلق کی، تعلق ہو تو واصل !
 مائل بہ کرم ہوں یا ستم، اُن کا کرم ہے !

سنبھل جاؤ چین والو خطر ہے، ہم نہ کہتے تھے !
جمالِ گل کے پردے میں شر ہے، ہم نہ کہتے تھے !
لبوں کی تشنگی کو ضبط کا اک جام کافی ہے
چھلکتا جام زہر کا گر ہے، ہم نہ کہتے تھے !
زمانہ ڈھونڈتا پھرتا ہے جس کو اک زمانے سے
محبت کی وہ اک پہلی نظر ہے، ہم نہ کہتے تھے !
قیامت آگئی لیکن وہ آتے ہیں نہ آئیں گے
شبِ فرقت کی کب کوئی صحر ہے، ہم نہ کہتے تھے !
غمِ جاں غمِ ایام کے سانچے ہیں ڈھلتا ہے
کہ اک غم دوسرے کا چارہ گر ہے، ہم نہ کہتے تھے !

ترپتی، کوندتی تھی برق لہراتی پلکتی تھی !
ہمارے چار تنکوں پر نظر ہے ہم نہ کہتے تھے !
غبارِ راہ میں کھو جائے گا یہ کارواں آخر
کہ رہن کارواں کا راہبر ہے ہم نہ کہتے تھے !

نشانِ منزلِ مقصود سے آگاہ تھے و آصف !
فریبِ آگہی سے کب مغرب ہے ہم نہ کہتے تھے !

ہر دم دل کشی ہے کیا کہیے !
 بس تمہاری کمی ہے کیا کہیے !
 آنکھ بس سے لڑی ہے کیا کہیے ،
 جان پر کیوں بنی ہے کیا کہیے !
 بزمِ مستی تو ہم سہا لیتے ،
 شمعِ محفل بجھی ہے کیا کہیے !
 اشیاء کس طرح بنایا تھا
 برق کیسے گری ہے کیا کہیے !
 وہ بُلّاتے تو ہیں مجھے لیکن !
 کس قدر بے بسی ہے کیا کہیے !
 میرے ہی گھر کی چار دیواری !
 راہ میں آکھڑی ہے کیا کہیے !
 غمزدہ کائنات میں تنہا !
 کون و اصف علی ہے کیا کہیے

کس قدر پابند ہے تحسیر کی
 ہائے مجبوری مری تفتدیر کی !
 زندگی سننے سے پہلے موت تھی !
 موت ہی منزل ہے اس تعمیر کی
 خود مصور دیدہ حیدر اں بُوا
 آنکھ آئینہ بنی تصویر کی !
 رُخ بدل جاتا ہے ہر طوفان کا،
 بات کیا ہے۔ نالہ شب گیر کی !

کس زباں سے اب کہے و آصف علی
 آپ نے آنے میں کچھ تاخیر کی !

عجب اعجاز ہے تیری نظر کا
 کہ ہم بھولے ہیں رستہ اپنے گھر کا
 سحر آئی تو یاد آئے وہ تارے
 پتہ جن سے ملا ہم کو سحر کا!
 چلے ہو چھوڑ کر پہلے قدم پر؟
 چلے تھے ساتھ دینے عمر بھر کا!
 بہاریں آگئیں جب آپ آتے
 دعاؤں نے بھی منہ دیکھا اثر کا!
 حقیقت کیا فریب آگئی ہے؟
 نظر بھی ایک دھوکا ہے نظر کا
 عدم سے بھی پرے تھی اپنی منزل

سفر انجام تھا اپنے سفر کا !!!
 مری آنکھیں ہوتیں نمناک و اصف
 خیال آیا کسی کی چشم تر کا !

اپنی بستی کو مسمِ الم سمجھے،
 ہاں مگر تیرے غم سے کم سمجھے
 ترکِ الفت پر اختیار نہ تھا
 ہم ترے ظلم کو کرم سمجھے!
 سرفرازی بشر کو ملتی ہے
 شرط یہ ہے کہ سہ قلم سمجھے
 آگہی خود فریب خوردہ ہے
 اس سہیقت کو لوگ کم سمجھے
 کیا تعلق تھا آپ سے اپنا
 آپ سمجھے اسے نہ ہم سمجھے
 زندگی کی ہر ایک الجھن کو!
 ہم ترے گیسوؤں کا خم سمجھے
 اب خدا سمجھے آپ کو واصف
 مجھ سے کیا کہہ رہے ہو ”ہم سمجھے“

ذرا زلفِ ہرسم کے خم دیکھنا،
 تلف بہ رنگِ ستم دیکھنا، !
 نہ جانا مجھے دے کے غم دیکھنا
 تجھے پڑ نہ جائے الم دیکھنا
 مجھے یاد ہے وہ قیامت ابھی،
 ترا مڑ کے ہر برتِ دم دیکھنا!
 بدل جائے گا تو بھی میری طرح
 وہ کہتے ہیں مجھے ہے، ستم دیکھنا
 شکایت نہ کر گردشِ وقت ہے
 یہ گردش بھی جائے نہ تھم دیکھنا
 نہیں نطف کا منتظر ایک تو
 ہے دنیا کو اُن کا کرم دیکھنا!
 ترے ایک بجدے سے واصل علی
 یہی دیر ہو گا حرم، دیکھنا!

ستم ہواں گے مگر پیسہ نہ ہوں گے
 کرم ہوں گے مگر جب ہم نہ ہوں گے
 اگر تُو نے ستم سے ہاتھ کھینچا ،
 تو کیا ہم آشنائے غم نہ ہوں گے
 کہیں تُو بچھ نہ جائے شمعِ محفل
 پیٹگوں کے عزائم کم نہ ہوں گے
 ہمارا دم ہے زینتِ انجمن کی
 ہماری یاد ہوگی ہم نہ ہوں گے

خدا کو ہو محبت جن سے واصف ،
 وہ کیسے حسنِ ہر عالم نہ ہوں گے

شب ہستی کٹی ہے مر مر کے
 صبح آتی خُدا خدا کر کے !
 یہ عسکرات سنگ مر مر کے
 کیا مفت بل ہیں دیدہ تر کے
 چشم ساقی پہ امتداد کیا !
 سو گئے سانے سب و دم کے !
 حشر مے کیا کہ تُو نے بپا،
 کس نے چکے دیئے ہیں مشر کے

تیرگی چھٹ گئی مگر واسف
 میہاں ہیں اُجالے دم بھر کے

کب اڑالے گئی ہو امت پوچھ
 چار تنکوں کا ماجہ امت پوچھ
 اتھا دیکھ، چشمِ عبرت سے
 اس فنا نے کی امت پوچھ
 تُو نے جو کچھ کہا، تجھے معلوم
 میں نے دُنیا سے کیا نا، امت پوچھ
 دے ذرا اپنے حافظے پر زور!
 مجھ سے میرا آتا پتہ امت پوچھ
 اپنی تقدیر کی لکیریں پڑھ!
 کیا کریں گے وہ فیصلہ امت پوچھ
 پوچھ مجھ سے روزِ مرگ و حیات
 ہاں مگر حرفِ مدعا، امت پوچھ
 بے گناہی بھی جرم ہے و اصف
 اور اس جرم کی سزا، امت پوچھ

تم نے خیال نے مجھ ہی تھی جو غوشی نہ رہی
 گلوں میں رنگ بہاروں میں دلکشی نہ رہی
 مری نوشہت میں تھی خاک بہر جہاں در نہ
 تمہارے فیضِ نظر میں تو کچھ کمی نہ رہی
 تم اپنے عہدِ جوانی کو رو رہے ہو مگر!
 ہم اپنے حال پہ روتے ہیں زندگی نہ رہی
 اسی دُشوق سے ہم میسکہ میں آئے تھے
 تری نگاہ کو دیکھا تو تشنگی نہ رہی!
 ہزار کہتے کہ یہ آگِ دل لگی میں لگی!
 جب آگ لگ گئی دل میں تو دل لگی نہ رہی
 طلب طلب ہے، مگر دُور بد نصیب ہے
 کہ خواجگی تو رہی بندہ پروری نہ رہی
 بڑے یقین سے دیکھی تھی ہم نے صبحِ اُمید!
 قریب پہنچے تو دوا صاف وہ روشنی نہ رہی

جذبات - زیرِ گردشِ حالات سو گئے
 چھائی گھٹا تو رنہ سہرا بات سو گئے !
 منزل سے دور جا گئی سوچیں تئیں ذہن میں
 منزل پہ آگئے تو خیمات سو گئے
 تاروں نے ہم کو دیکھ کے شبنم سے یہ کہا
 یہ بد نصیب وقتِ مناجات سو گئے
 کیا دلگداز موسم گل کا تھا انتظا ر
 فصلِ بہار آئی تو نفات سو گئے
 آنکھوں میں ہم نے کاٹ دی شامِ غمِ فراق
 آیا کوئی جو بہرِ ملالت سو گئے !
 اک خواب کے سوا ہے یہ ہستی تمام خواب
 آئی ہے جن کے ذہن میں یہ بات سو گئے
 آیا جو وقتِ مسد کہ حق و کفر کا !
 کیوں صاحبانِ کشف و کرامات سو گئے

خالی پڑے ہیں جام، کوئی بات کیجئے
 زندانِ تشنہ کلام، کوئی بات کیجئے
 توفیرِ میکہ کا تقاضا ہے میکشور
 اب خاشی حرام، کوئی بات کیجئے
 محشر کی صبح کا بھی ذراتہ کرہ سہی
 گزے گی کیسے شام، کوئی بات کیجئے!
 گزری ہے اُن پہ کیا جو چین سے بچھڑ گئے
 امواجِ خوش خرام، کوئی بات کیجئے!
 کیوں ہمسفر ہوئی میں مے ساتھ منزلیں
 احبابِ ذی مقام، کوئی بات کیجئے
 کچھ دیر مجھ غریب کی مغل میں بیٹھ کر
 یارانِ خوش کلام، کوئی بات کیجئے!
 و اصفِ نکل ہی آتے گی باتوں سے کوئی بات
 ان سے برائے نام، کوئی بات کیجئے!

چمکے جسم کے صحرا کا اک سراب ہوں میں
 کہ اپنے خون کے دریا کا اک حباب ہوں میں !
 میں ایک فرد ہوں مجھ سے بے ملتوں کا ظہور ،
 حقیقتوں کو جنم دینے والا خواب ہوں میں !
 ورق ورق مری نظروں میں کائنات کا ہے
 کہ دستِ غیب سے لکھی ہوئی کتاب ہوں میں !
 کسی نظریں علامت ہوں خود پسندی کی !
 کسی نگاہ میں اک ذرہ ثراب ہوں میں !
 درِ عطا پہ ہوں میں آخری سوال ، مگر ،
 اُسی سوال کا اک آخری جواب ہوں میں !
 طلوعِ صبح کے چہرے پہ روشنی کیسی !
 سیاہ شب میں درخشندہ آفتاب ہوں میں !
 بے جستجو بھی مجھے اُس کی اک زمانے سے
 اور اک زمانے سے واصف کا ہر کاب ہوں میں

نشاطِ رنگِ بُو سے بے نیازِ آرزو ہو کر
 ہم اپنے روبرو آتے تمہارے روبرو ہو کر
 ہمارے آنسوؤں میں ہو گیا خونِ جگر شامل
 تری محفل سے ہم آتے مگر کیا سرخرو ہو کر
 محبت سے، زمانہ میکہ، ہر آدمی میکش
 تلاشِ یار میں پھرتے ہیں سب جامِ دبو ہو کر
 تعجب ہے بہاروں نے غزاں دوستی کر لی
 چمن کی آبرو ہی لٹ گئی ہے نگِ بُو ہو کر

اسی دیوانگی سے ہے نظامِ عاشقیِ واصف
 جنوں کی نحوِ یہی ہے چاک ہو جائے رفو ہو کر

میں آرزو نے دید کے کس مرحلے میں ہوں
 خود آیت نہ ہوں یا میں کسی آیت میں ہوں
 رہنے کی فریب دیئے ہیں مجھے نہ پوچھ
 منزل پہ ہوں نہ اب میں کسی راستے میں ہوں
 اس دم نہیں ہے فرق، صبا و سموم میں
 احساس کے لطیف سے اک دانے میں ہوں
 تیرے قریب رہ کے بھی تھا تجھ سے بے خبر
 تجھ نے پھڑکے بھی میں تھے رابطے میں ہوں
 ہر شخص پوچھتا ہے مرا نام کس لیے،
 تیری گلی میں آ کے غیبِ مخمضے میں ہوں
 میں کس طرح بیان کروں حرفِ مدعا
 جس مرحلے میں گل تھا اسی مرحلے میں ہوں
 و اصف مجھے ازل سے ملی منزلِ ابد
 ہر دور پر محیط ہوں جس زاویے میں ہوں

میرے سر پر جو ڈٹا تھا
 میری قسمت کا تارا تھا
 کتنی صدیاں سمٹ رہی تھیں
 اک لمحہ جب پھیل رہا تھا
 آج میں صحرائیں ہوں پیلا
 گل میں دریا میں ڈوبا تھا
 دقت گزر جاتا ہے لیکن !
 دقت بہت مشکل گزرا تھا
 صرف مجھی سے فور ہے اب وہ
 صرف جو میرا کہلاتا تھا
 وہ اُترا تھا میرے دل میں
 میں اُس کے دل سے اُترا تھا
 کوئی پاس نہیں تھا وا صَف
 تنہائی نے زہر دیا تھا !

اپنی محفل میں مجھے بلوا کے دیکھ
 یا مری تنہا یوں میں آ کے دیکھ
 میں تری تارِ سخن ہوں مجھ کو نہ چھوڑ
 بھونے والے مجھے دُہرا کے دیکھ
 کس طرح ذروں کو ملتی ہے ضیا۔
 تابشِ خورشید سے ٹکرا کے دیکھ
 اپنی چھین آئینہِ حسن میں سُن
 سنگِ وحشت اس کے گھرِ بے کے دیکھ
 تجھ کو بھی کچھ آگئی مل جائے گی
 تو مری دیوانگی اپنا کے دیکھ!
 صورتوں میں سے کوئی صورتِ نکال
 ایک خاکے میں ہزاروں خاکے دیکھ
 اس چمن میں کیا ہوا و اصف علی
 بند کلیوں کی زباں کھلو ا کے دیکھ

کون کسی کا اس دُنیا میں کس نے پیت نبھائی
 اپنی ذات میں گم ہیں سارے کیا پربت کیا رانی
 کالا سورج دیکھ کے کالی رات نے لی انگریزی
 اپنی راہ میں حائل ہو گئی، آنکھوں کی بینائی !
 پتے ٹوٹ گئے ڈالی سے یہ کیسی رُت آئی،
 مالک کے منکے بکھرے ہیں، دے گئے یار جدائی
 اک چہرے میں لاکھوں چہرے ہر چہرہ بر جاتی !
 جھوٹا میلہ، انت اکیلا، جھوٹی پیت لگاتی !
 اک ذرے میں صحراؤں کی سُعت آن سمانی
 اک قطرے میں ڈوب کے رہ گئی ساگر کی گہرائی
 تجھ بن سا جن میری ہستی میرے کام نہ آئی
 بات بنانے سے کیا بنتی، تُو نے بات بنائی
 سانس کی آری کاٹ ہی بھید یوں کی پہنائی
 ہستی کے بہرِ پ میں اُصفِ ممت نہ لیر لائی

میں خود تلامذہ قلم ہوں خود ہی دشت کی پیاس
 وہ میرے دل میں ہے جس نے مجھے کیا ہے اُداس
 مرے شعور کے پنجے نے نوچ ڈالا اُسے !
 ازل سے لایا تھا میں جو برہنگی کا لباس !
 تلاشِ ذہر کو ہے جس مُسک کی مدت سے
 تڑپ رہا ہے وہ میری شبِ فراق کے پاس
 سوال یہ تو نہیں ہوگی گفتگو کیسے ؟
 سوال یہ ہے کہ قائم رہیں گے ہوش و حواس ؟
 غمِ زمانہ کے دریا کی رستخیز، نہ پوچھ
 گلوں کے ساتھ بہا لے گیا چین کی اساس
 وہ کون تھا جو مرے ساتھ ہمکلام رہا ؟
 جب آس پاس نہ تھا کوئی میرا درد شناس !
 وہ مہمتن کہ زیاں جو ہوا و اصف !
 مجھے یہ سن کر کہ ہو کیسے دا، درِ احساس

چھپوں کہاں کہ میں ہوں رازِ جوہرِ مستی
 کھلوں کہاں کہ میں ہوں زلفِ شانہ ہستی
 قدمِ مدم پہ ہوا اک جہانِ نوآباد!
 اُجاڑ کے ہی ربا دلِ خرد کی ہرستی
 ہمارے چاک ترے پیرہن کی زینت ہیں
 غرورِ حُسن کہ رکھتا ہے ماورا ہستی
 سنائی دے نہ تجھے گر صدائے بانگِ جرس
 مرا تصور نہیں ہے تری ہی بدستی

جنوں بنا ہے خرد کا امام پھر و اصف
 کہ گنج ہائے گراں مایہ شے نہیں سستی!

عیاں تھا جس کی نگاہوں پہ عالم اسرار
 اسے خبر نہ ہوتی کیا ہوا پس دیوار !
 کھنڈر کھنڈر جو دینے تلاش کرتا ہو
 وہ کس طرح سے بنے اپنے وقت کا فنکار
 میں کتنی صدیوں سے اس انتظار میں گم ہوں
 الٹی اب تو مسیحا کو آسمان سے اتار
 وہاں ہوتی ہے مخرخسلا کی پہنائی !
 یہاں دھری ہے ابھی تک مزار پر دستار
 یہ کیا غضب کہ مجھے دعوت سفر دے کر
 کر دکھاتی دھوپ میں آنکھیں چراگئے اشجار
 اگر فتوت منکر دعمل رہا بت ام !
 بدل کے گا کوئی کیسے وقت کی رفتار
 وہ جس نے توڑ دیا جام آرزو و اصف
 اسی کے نام سے منسوب میں مرے اشعار

وہ نہیں ملتا ہے مانگا گیا !
 ہاتھ آیا وہ جے پھینا گیا !
 بات ہی رہ جائے گی تاریخ میں
 ورنہ اس دُنیا میں جو آیا، گیا
 وقت نے گردن بھکالی شرم سے
 وقت سے کیا فیصلہ مانگا گیا
 کوئی صورت بھی نظر آتی نہیں
 کس لیے برائیت نہ کبلا گیا
 دے گیا سورج مرا مجھ کو جمود !
 میرا سیا دُور ہم چلتا گیا
 کیا مری بیسنائی بھ سے چین گئی
 یا مرا ماحول، ہی پتھر اگیں
 اس کی بھی واصف خبر کچھ لیجئے
 کوچہ قاتل میں جو تنہا گیا !

تناسخ کرتا رہا دشت میں جسے آجُو
 وہ منزلوں کی ہلک تھی کہ ذات کی خوشبو
 وہ ایک شخص جو سایا اُتارنے آیا ،
 مجھ پہ کر کے گیا وہ بہت بڑا جادو
 اگر ہوسا منے انساں کوئی کلیم صفت
 سکوت سے بھی نکل آتے بات کا پہلو
 محب کرامتِ ایشا رہے شگفتن گل
 بہار دے گئے گلشن کو رات کے آنسو
 ترا خیال ہے دنیا کی ایک موجِ طرب !
 مرا خیال ہے قلم کا سیلِ بے قابو
 یہ انتظار ہے مجھ کو کہ بُوکے عالم میں
 لگا ہی دے کوئی اک نفو ، وقت کا بابو
 میں لکھ رہا ہوں حکایاتِ خوشچالِ واصف
 ٹپک رہا ہے مری انگلیوں سے دل کا لہو !

وہ جو کردار کا مشال ہے
 اُس نے صورت مری پُراں ہے
 تُو نے ہر ایک دل کی ساز غمی !
 میں نے ہر ایک کے دُعاں ہے
 تیرا سُن سلوک بھی دکھا
 اپنی جرات بھی آزمائی ہے
 کون ملک ہے اس امانت کا !
 تُو نے سینے سے جو لگائی ہے
 کورپسوں کی ہے پذیرائی !
 اہل بینش کی پائال ہے
 یہ الگ بات لٹ گئی عزت !
 قیمتی جان تو بچالی ہے
 شکوہ تقدیر کا عبث و اصف
 خود شمین میں برق پالی ہے

قیامت کس طرح آئی، اسے کوئی نہیں سمجھا
 شبِ تاریک رخصت ہو چکی، سورج نہیں نکلا
 بڑی محرومیاں لکھی گئیں اُس کے مقدر میں
 وہ راہی جو درختوں سے چڑا کر لے گیا سایا
 ترے انکار سے ہستی میں ختمے انقلابِ آبی
 ترے انکار سے گویا جمودِ آرزو ٹوٹا !
 پیامِ مرگ آئے گا نویدِ زندگی بن کر !
 مرے قد کے برابر آگیا جس دن مرا بیٹا
 چلو اظہارِ غم پر تو ترے ماتھے پہ بل آئے
 مگر ضبطِ فغاں پر کیوں تری آنکھوں میں خوں اُترا
 تمہاری یاد میں قلمیں لگاتی ہیں گلابوں کی
 تمہارے نام سے گھر میں لگایا سرو کا بوٹا
 کبھی افلاک پر دیکھی گئی ذروں کی تابانی
 کبھی تاروں کو دوا صفِ خاک میں ملے ہوئے دیکھا

وہ پاس تھا تو مجھے منہ لیس دکھاتا تھا
 جدا ہوا تو وہ خود راستے سے بھٹکا تھا
 میں چل رہا ہوں مگر ناصی نہیں مٹتے
 یہ حادثہ بھی سری زندگی میں ہونا تھا
 وہ بھیڑتی کہ نظر سے نظر نہ ملتی تھی !
 ہجوم شہر میں ہر آدمی اکیلا تھا !
 ترس رہا ہے اب اک بوند کی عنایت کو
 وہ آدمی جو کسبدر کی تہ میں رہتا تھا
 غلط کہ اس کے یہاں آگ بھی نہ جلتی تھی
 غلط کہ سارا دھواں میرے گھر سے نکلا تھا
 چلو کہ گر ہی گئی اپنے بوجھ سے دیوار
 چلو کہ صرف اسی بات کا تو بھگڑا تھا
 وہ ایک لمحہ جو صدیاں نگل گیا واصف
 وہ لمحہ وقت نے خود آستیں میں پالا تھا

بول حرفِ مدعا، تقریرِ طولانی نہ کر
 قیمتی الفاظ کی اتنی بھی ارزانی نہ کر !
 مہول جا اب کجکلاہی کے گئے ایام کو
 وقت کے عبرت کدے میں پی مٹانی نہ کر
 اپنے ماکسے تعلق کی نئی راہیں بھی ڈھونڈ
 صرف سجدوں ہی روشن اپنی پیشانی نہ کر
 میں دھواں ہوں وقت کے روشن الاؤ کی دہلیز
 بھکر کر اس آگ کا میری بھجانی نہ کر
 وہ جو طوفان کے پتھر سے کھا رہا ہے اس پوچھ
 تو جو ساحل پر کھڑا ہے ذکرِ طغیانی نہ کر
 اپنے زنجیں خول کی دنیا سے باہر بھی نکل
 آئینے کے عکس کی اتنی شناسائی نہ کر !
 عہدِ فردا کے قصیدے کا بھی ہو کچھ اہتمام !
 عہدِ رفتہ ہی کی واصفِ مرثیہ خوانی نہ کر

رونقِ بزمِ طرب، یاد نہ کر
 زلیلت کے غم کا سبب یاد نہ کر
 دیکھ اندازِ عطا بھی اس کا
 اپنا اندازِ طلب، یاد نہ کر!
 ہم کلامی کی ضرورت بھی سمجھ
 صرف دستورِ ادب یاد نہ کر
 کس طرح آتی سحرِ غور سے دیکھ
 کس طرح گزری ہے شب یاد نہ کر
 اس کا پیغام رہے پیشِ نظر
 حُسن کی مجنیشِ لب یاد نہ کر
 کیا ہوا اس کی ملاقات کے بعد
 وہ ملا تھا تجھے کب، یاد نہ کر
 دیکھ کردار کی جانبِ واضح
 رتبہ و جاہ و نسب، یاد نہ کر

کرن کرن

(معترا نظمیں)

یہ کتاب کی دقت و عظمت
دارتِ علم و ادب کی ہے

شاہد و مشہور

نور مجسم

خلق سے پہلے

ایک اکائی، واحد، یکتا

اپنی ذات میں تنہا مٹی، گنجینہ تھا

نور کا ہالا

اپنے آئینے کا باطن

ظاہر ہو کر پھیل گیا ہے

سورج، چاند، ستارے، شبنم

یہ اس کتاب کا
دارِ علم ہے
یہ اس کتاب کا
دارِ علم ہے

فریبِ نظر ہے کون و ثبات
ترتیب ہے ہر ذرّہ کائنات
اقبال

شاہد و مشہود

نور مجسم

خلق سے پہلے

ایک اکائی، واحد، یکتا

اپنی ذات میں تنہا مٹتی، گنجینہ تھا

نور کا ہلال

اپنے آئینے کا باطن

ظاہر ہو کر پھیل گیا ہے

سورج، چاند، ستارے، شبنم

موتی، آنسو، روپ انوکے
 حُسنِ مجسم، خالقِ اعظم کے منظر میں
 اس کے پرتو،
 جس نے اپنا آپ دکھانے کی خاطر انسان بنایا،
 وہ انسان بھی ایک اکائی، اک نقطہ تھا، پھیلنے والا
 پھیل گیا ہے
 فقط لیکن نقطہ ہی ہے،
 جیسے اک قطرے میں قلم
 قطرے اور قلم کی وحدت
 دیا، بھیلیں، بادل کالے
 آنسو آنکھ سے بنے داغے
 شبنم کے پاکیزہ گوہر
 ہر قطرہ قلم کا منظر
 قلم کی گہرائی قلم
 قلم کی پسنائی قلم
 قلم کی انکڑائی قلم

شب چراغ

طوفان قلزم، موجیں، قلزم
انسانوں کی کثرت — قلزم
وحدت — آدم
انسانوں کی بھیڑ کے اندر ہر انسان اکیلا ہی ہے
سوچ رہا ہے،
میں اک نقطہ، میں اک قطرہ
میں اک قلزم
پھیل گیا ہوں، بکھر گیا ہوں

اول و آخر

دانیہ گندم، سفر سوتے زمیں	دانیہ گندم، گناہ اولیں
دانیہ گندم، سزاوار مذاہب	دانیہ گندم، بنائے انقلاب
دانیہ گندم، جہان رنگ و بو	دانیہ گندم، تجسس جستجو
دانیہ گندم، جہاد زندگی !	دانیہ گندم، فساد زندگی
دانیہ گندم، شعور تن بدن	دانیہ گندم، فسون اہرمن
دانیہ گندم، قرار قلب و جاں	دانیہ گندم، تال آشیان
دانیہ گندم، فنا سوتے بقاء	دانیہ گندم، تنزل ارتقاء
دانیہ گندم، حیات جادواں	دانیہ گندم، بہار بیخیزاں
دانیہ گندم، طلسم سوز و ساز	دانیہ گندم، ربوبیت کاراز

آدم و حوا کی بنیاد سرشت !

ہے یہی دوزخ، یہی دانہ بہشت

نکستہ

یہ ایک لمحہ۔۔۔ جہانِ نو کا پیسا مبر ہے
کتابِ فطرت کا اک ورق ہے
یہ ایک لمحہ جو زندگی ہے
اسی سے دنیا میں روشنی ہے
یہی ازل ہے
یہی ابد ہے
یہ ایک لمحہ۔۔۔ ہمارے منکر و عمل کی حد ہے !!

تلاش

میں نوحہ گر ہوں
ضمیرِ آدم کا نوحہ گر ہوں
منراہی ہے ضمیرِ آدم کو خودکشی کی
ضمیرِ آدم !!
تجھے میں کیسے حیات بخشوں
ترا میجا — کہاں سے لاؤں

فیصلہ

آدھا رستہ طے کر آیا،
اب کیا سوچ رہا ہے آخر !
انجانی منزل کی جانب
چلتا جاتے
یا واپس ہو جاتے راہی !
سوچ کے بھی انداز عجب ہیں
سوچ کے ہی آغاز کیا تھا
سُورستوں میں ایک پُنا تھا
اور اب سوچ ہی روک رہی ہے ؟
آگے بھی کچھ تاریکی ہے
لوٹ کے جانا بھی مشکل ہے
سوچ کا سورج ڈوب رہا ہے
ایسے راہی کی منزل ہے — آدھا رستہ

دیمک

خیال کی جہتوں میں شب بھر
 سگلتا رہتا ہے جسم میرا !!
 میں خود گریزی میں مبتلا ہوں
 تضادِ علم و عمل سے بچنا۔
 مجھے نخر آ رہا ہے مشکل — !

میں فکر کی دادیوں میں شب بھر
 تلاش کرتا ہوں اس عمل کو
 جو سرخوشی دے

مجھے مرے فکر سے بچاتے
 کہ فکر ہی زندگی کا گھٹن ہے۔

مجھے مرا فکر کھا رہا ہے
مگر میں کیسے نجات پاؤں !
کہ اب مرا فکر ہی عمل ہے۔
میں عمر بھر سوچتا رہوں گا
کبھی نہ آزاد ہو سکوں گا
کہ فکر ہی زندگی ہے شاید !
علاج اس کا — کوئی نہیں ہے
جو یہ نہیں ہے
تو میں نہیں ہوں !

صلابت

آفاقی تنویریں لے کر
سوچ کی راہیں جب چلتی ہیں۔
انڈیشے دیوار بنا دیتے ہیں رہ میں
فکر کا راہی — رُک جاتا ہے
ہر دیوار کی پیشانی پر،
اک تحریر ابھر آتی ہے
رستہ بند ہے !!
فکر کا راہی — کب رُکتا ہے
عزم کا پیکر — فکر کا راہی، ہر دیوار سے ٹکراتا ہے۔

شب چراغ

ہر دیوار ہے ایک روایت
آفاقی تنویر کی دشمن
انسانی تقدیر کی دشمن

عزم کا راہی، اپنے ہی بوسیدہ اندیشوں کا دشمن
ہر دیوار سے ٹکراتا ہے
آخر اک دن یہ دیواریں
عزم کے آگے جھک جاتی ہیں

تکمیل

امن کیا ہے؟

ایک وقفہ — مختصر

ایک جنگ اور دوسری کے درمیاں

ایک لمحہ ہے بہار

اک خزاں اور دوسری کے درمیاں

مختصر لمحہ — بہارِ جادواں کیسے بنے

موت کیا ہے؟

ایک لمحہ — مختصر

زندگی اور زندگی کے درمیاں

ہے اسی لمحے میں پوشیدہ

مرادِ نازل — یومِ ابد

پھر — ! حیاتِ جادواں

تضاد

تجھے بھی حق ہے، مجھے بھی حق ہے

کہ اس جہان چار روزہ میں

اپنے اپنے خیال کی روشنی میں

ہستی بسر کریں ہم۔

نہ کوئی دیوار تیری رہ میں

نہ میرے رستے میں کچھ رکاوٹ

یہی تقاضا ہے زندگی کا

ہم اپنے اپنے مار میں ہوں

کہ مارے اپنے حصار میں ہوں

مگر یہ صورت ؟

کہ تیرے میرے خیال میں تضاد اتنا

تجھے نظر آئیں دن کو تارے

میں رات کو آفتاب دیکھوں۔

شہرِ ننگ

دل ہے ————— پتھر
آنکھیں ————— پتھر
صورت ————— پتھر
حیرت ————— پتھر
ہستی ————— پتھر
موت بھی ————— پتھر
بن بادل بر سے ہیں ————— پتھر
ایسی آگ کہ اندھن ————— پتھر
اڑتے ————— پتھر
بہتے ————— پتھر
پتھر کی نگوی میں ————— پتھر
پتھر سے پتھر ————— نکراتے
کس پتھر نے اشک بہائے ؟

پُرانے کاغذ

چھپے ہوئے آتشیں جزیروں
اگر ہوا میں زبان کھولیں
تو آگ لگ جائے پانیوں میں

_____ امانتیں ہیں

_____ حقیقتیں ہیں

محبتوں کی صباہتیں ہیں
رناتوں کی صداقتیں ہیں

بدستِ الفاظ نرم و نازک
یہ گردِ آلود آئیے ہیں

ان آئینوں میں سمٹ رہے ہیں
 پُرانے چہرے، پُرانی آنکھیں
 درق پُرانے۔ دریدہ تن میں
 یہی تو خلوت کی انجمن ہیں
 نشاطِ عزم کے کئی فسانے
 سُنا رہے ہیں درق پُرانے

نقوشِ رنگیں مٹے مٹے سے
 چراغِ گویا بجھے بجھے سے
 پُرانے کاغذ، پُرانے کاغذ
 شکستگی کا مزار کہتے
 کہ جن پہ کتبہ نہیں ہے کوئی !!

رشتہ

جھل جھل

دُورِ افق پر

ایک ستارہ !

اپنے دل کی بات سناتے

میرے دل کی بھگت پاتے

مستقبل کا روشن تارہ

مجھ کو ماضی یاد دلاتے

میرا ماضی ؟

ایک کہانی — ایک پہیلی

نذرِ روپ — ہنرے ساتے

جگمگ جگمگ کرنے والے

کتنے تارے ،
اُبھرے ، چمکے ، ڈوب گئے

ایک ستارہ ، سب تاروں کو بگل گیا تھا
جانے والے کب لوٹے ہیں ؟
اک اک کر کے ڈوبنے والے
سب تاروں کو — ایک ستارہ — کھا جاتا ہے !
مستقبل کا روشن تارہ

چھین کے بیٹے لمے سارے
خود ہی دل میں آبتا ہے ۔
بیٹے لموں کے سب تارے
آنکھ سے آخر ، بہہ جاتے ہیں ۔

اور پھر ، دل میں آنے والا
راہی اپنے مستقبل کا

ایک ستارہ
پتھر بن کر — دل کے اندر سون جاتا ہے !!

برقاس

پیڑ چپ چاپ، مکاں گنگ، فضا میں خاموش
کوئی آواز نہ آہٹ کوئی
اتنی پُر ہول خموشی کہ بیاں سے باہر
نیند بھی ڈرتی ہے سناٹوں سے،
پھر یکایک

میرے کانوں میں صدائیں کتنی
ایک ہنگامہ بپا کرنے کو آجاتی ہیں
گو بچنے لگتا ہو ماضی جیسے
چھتا ہے مرے کانوں میں بیاں کی طرح،

پھر یکایک کسی نئے کی صدا آتی ہے
یہ ہر افراد ہے آواز مجھے دیتا ہے
جانے پھر کون قدم میرے پڑ لیتا ہے ؟
پھر وہی ساکت و جامد ماحول
وہی خاموش فضا،
پہیڑ چُپ چاپ، مکاں گنگ، فضائیں خاموش

فرمائش

آخر اک دن۔
اُس نے مجھ سے کہہ ہی ڈالا
مجھ پر بھی اک غم کو تم
ایسی غم
کہ جس میں میرا نام نہ آئے
میں خود آؤں !

تن مَن

(دوہ)

یسا کہ تیری دعا کا عظم
دُعا کا عظم



نہ زباں کوئی غزل کی، نہ زباں سے بانجبر میں
کوئی دِکشا صَرا ہو، عجمی ہو یا کہ تازی
(اتبان)

ندی کتارے میں کمری جانا ہے اُس پار
رام بھروسے چل پڑوں تن نیا من کیوں ہار !

تارا ٹوٹا دیکھ کے دل نے کی پکار ، !
کوئی مجھے بھی دیکھتا ، میں ٹوٹا سو بار

پریم نام کو جا پلے جانے کل کیا ہو ،
مایا دیش کی پرٹلی پریم سے امرت ہو !

بہت پسار امت گردانت سیرا دور ،
جنگل جا کے بائے کھائے خشک کھجور !

جس بن تڑپے پھسری، جُھ بن کپے دل ،
نین کو اڑ زاکش کمرے ، آسا جن اب مل !

من مسدر کی مورتی من کو ہی تڑ پائے ،
دش پریش بنائے کے اب کا ہے کو جلتے

نین سے نین ملاتے کے ، اب کا ہے بے چین
ساجن من میں آ بے ، اب کا ہے کو بنیں !

میں ناچوں جگ ناچتائیں روؤں جگ روئے
ایک نہ مانے بانیسا پیسے گن کے سونے

مورکھ آنکھیں پھاڑ کے دیکھے میسری اور
بھید نہ جانے سادھ کا ، چور نے دیکھا چور

لے دے کر کے بانیا عمر اکارت کھوتے
خالی دیکھ کے روکڑی بات لے اور روتے

ٹھاکر دوارے جانے کے چاپڑ اپنی جات !
ہم جانیں تم بیچ ہو، ٹھاکر سے کیا بات،

جگت گرد کا بالکا کھڑا دُہاتی دے ، !
نیند کے ماتو سنیر گجر سناتی دے !

باہل گھر کی راگنی ہوتی بدیش سوار !
شہنائی کی گونج میں سکیاں کریں پکار

میں نہ یا کسار کی چلتی چلتی جاؤں ،
ساگر میری جان ہے - ساگر سے مل جاؤں

میں رادھے کا شیم ہوں میں بنی کا راگ
میں جانوں، پر ماتا، تو شیطان تو بھاگ !

تو ری پتوں دیکھ کے آتش بھی زلزلہ !
دھرتی تو دھرتی بھیو دم سادھے آکاش !

ہری ہری میں ہر گئی میں ہری ہری بار،
بار ہی موری جیت بے موہ سنگ کیلے یار

نہیں پیاسے نین کے دھوا کا سہ ہوتے
نین پلائے، نین پئے، انت کو نین ہی روئے

منوا اپنے یاد نہ کر جہل بھر آدت نین !
مبور کبھو کی ہو گئی چھوڑ رین کے بن !

پر بہت کانپے خوف سے تُو بھاگے مُنہ زور،
ساجن تیرے مریت ہیں، ادسا جن کے چور؟

مور کھ دِل نہ نرن دیتے دِل میں دلبر ہوتے
دلبر روٹھا کب لے، ندی کنارے ہوتے

غافل ڈوری سانس کی پِل پِل کٹتی جائے !
جھوٹی کال کی بانسری کال کبھو نہ آئے !

مور کھ گُلیا ہوش کی گھاس پھوس کا ڈھیر،
دیک آگ لگاتے بن میں دیپ جلے کی دیر !

مایا گن گن رین ہوئی، آتی چور کی بار، !
سویا مور کھ لٹ گیا، مانگے دوجی بار !

آتش آؤں کے دیش میں کھڑی نراش روتے
میں آشا کا آنت ہوں آتش نہ کر یو کوئے !

جو سکیاں رنگ راتڑی کریں سوچ بچار
ایک ہی بوند میں رنگ نے اڑنا ہے سو بار

مائی پر مائی چلے، چلے ہزاروں رنگ،
آنت کو مائی جا ملے، مائی ہی کے سنگ !

مور کہ بھاگے جانے ہے جیسے لاگے آگ،
آگے آگے لو بھ ہے پاچھے خوف کا ناگ !

واصف کے کبیرے سنو ہمارے یار !
ہم تم جیسے جگت میں آئیں نہ دوجی بار !

کلام نو

(نعت، نظم، غزل)

یاسکسیں دقا عظم
دات کلام



مٹھرتا نہیں کاروان وجود
کہ ہر لحظہ تازہ ہے شان وجود
(اقبالؔ)

نعت

”وے صورت راہ بے صورت“

من رآنی کا مدعا چہرہ	صورت حق کا آئینہ چہرہ
سرنگیں چشم آیرہ ما زار	زلف و لیل والفتح چہرہ
عالم خواب میں حقیقت ہے	آپ کا چہرہ، آپ کا چہرہ
مصطفیٰ آنکھ ہو خدا صورت	جو خدا آنکھ مصطفیٰ چہرہ
یہی چہرہ نشانِ وجہ اللہ	ورنہ رکھتا ہے کیا خدا چہرہ
یہ ہے تفسیر احسن تقویم	ابتدا چہرہ، انتہا چہرہ
مرنے والوں کی آخری خواہش	مرے آقا مجھے دکھا چہرہ

ریگزار حیات میں واصف
بارخ فردوس کی ہوا چہرہ

باعثِ حرفِ دُعا یاد نہیں
 میں کسے بھول گیا یاد نہیں
 کس نے کی کس سے جفا، یاد نہیں
 کون تھا جانِ وفِ یاد نہیں
 کس نے طوفاں کے تھیلے کھائے
 کون ساحل پر رہا، یاد نہیں
 جہرمِ اظہارِ محبتِ توبہ
 کچھ بھی توبہ کے سوا یاد نہیں
 کب مری ہمسفیری میں آیا
 کب ہوا تھا وہ جہدِ یاد نہیں
 کارواںِ راہ سے کیسے بھٹکا؟
 کون تھا رابنما، یاد نہیں
 کب جلا اپنا نشینِ واصف
 کب ہوئی آہِ رسا، یاد نہیں

دُور سے اُڑ کے برے دیس میں آئی مٹی
 کھا رہا ہوں میں بصدِ عجزِ رانی مٹی
 کہیں کاسہ لیے مصروفِ گدائی مٹی
 کہیں انسانوں پہ کرتی ہے خُدائی مٹی
 دامنِ کوہ میں قدِ رت نے بچائی مٹی
 ایک فنکار نے رنگوں سے سجائی مٹی
 میں ہوں مٹی میں کبھی مجھ میں سمائی مٹی
 مجھ کو جنت سے یہاں کھینچ کے لائی مٹی
 پھر سمجھ آنے کی کیوں اس نے بنائی مٹی
 تجھ پہ جب ڈالیں گے روتے ہوئے بھائی مٹی
 درِ محبوب سے تھوڑی سی اٹھائی مٹی
 پھر بڑے فخر سے ملتے پہ سجائی مٹی
 جس نے مجھ کو وطن کی ہے اُڑائی مٹی
 واصف اس شخص کی ہر ساری کمائی مٹی

چاندنی رات میں کھلے چہرے
 صبح ہوتے ہی چھپ گئے چہرے
 میں نگاہوں کو کس طرح بدلوں
 آپ نے تو بدل لیے چہرے
 غور سے دیکھ آجگینوں کو
 کل کہاں ہوں گے آج کے چہرے
 کھا رہے ہیں درخت کا سلیہ
 ٹہنیوں سے لگے ہوئے چہرے
 اس کا چہرہ کب اس کا اپنا تھا
 جس کے چہرے پر مڑے چہرے
 زندگی میں کبھی نہیں ملتے
 کاغذوں پر سجے ہوئے چہرے
 آگے کھل کے سامنے واضح
 آستیں میں چھپے ہوئے چہرے

برے جہاں کا نصاب چہرے
 میں پڑھ رہا ہوں کتاب چہرے
 یہی جہاں ہے، یہی سزا ہے
 ثواب چہرے عذاب چہرے
 کسی جہاں کی حقیقتیں ہیں
 کسی زمانے کے خواب چہرے
 یہ زندگی ایک موج دریا
 رواں دواں ہیں حجاب چہرے
 مری زمیں کے کسی فلک پر
 مہک رہے ہیں گلاب چہرے
 کہیں مجسم سوال ہیں یہ
 کہیں سراپا جواب چہرے
 بپا کریں گے جو حشر و اصف
 ابھی ہیں زیر نقاب چہرے

دُور تک بے مائیگی کا سلسلہ محسوس کر
 اپنے جامے سے نکلنے کی نذر محسوس کر
 سامنے آتا ہے جو منظر رائے دھوکا سمجھ
 بند ہے گنبد کے اندر جو صدا محسوس کر
 خواب کی اونچی اُڑانیں خواب تک محدود رکھ
 تنگ ہوتا جا رہا ہے دائرہ محسوس کر
 سوئپ دے تاریخ کو گزرا ہوا ہر حادثہ
 ہے تجھے درپیش اب جو مرحلہ محسوس کر
 پھونک کر اپنا قسم رکھ عبرتوں کے شہر میں
 عرصہ محشر میں تازہ کر بلا محسوس کر
 بند کرے کے درپچے خود بخود کھل جائیں گے
 آنے والے شخص کی آواز پا محسوس کر
 نیند میں ڈوبی ہوئی صدیوں کا اوصاف ذکر کیا
 جاگتے لمحوں کی آواز دیر محسوس کر

روشنی، کائنات کی خوشبو
 چار سُو حُسن ذات کی خوشبو
 فاصلے وقت کے سمٹتے ہیں
 جب مہکتی ہے رات کی خوشبو
 دل کی گہرائیوں سے جب نکلے
 پھیلتی جائے بات کی خوشبو
 آدمی کو عدم سے لاتی ہے
 عالم شش جہات کی خوشبو
 مآقیامت رہے گی شرمندہ
 کربلا میں فرات کی خوشبو
 اک تعفنِ عنسور کی ذیبا
 عاجسزی میں نجات کی خوشبو
 اپنے اپنے مزار میں واصف
 اپنی اپنی صفات کی خوشبو

تاروں پہ ڈالنے کے لیے جو کمنڈ تھی
 دیوار اپنی راہ میں اس سے بلند تھی
 وہ شے جو اُس نے اپنے لیے منتخب نہ کی
 وہ چیسز اُس کو میرے لیے کیوں پسند تھی
 لقمہ تھا اپنے ہاتھ میں قسمت کے زھر کا
 کام و دہن میں لذت و خوشبوئے قند تھی
 اس کی گلی میں سب کو ملی دادِ تشنگی
 نہرِ فطرت صرف مجھی پر ہی بند تھی
 میدانِ کارزار میں و اصف اسے نہ ڈھونڈ
 پانے ہی گھر کے صحن میں جس کی زقند تھی

شب چراغ

چسانہ پانی میں یوں اُتر آیا
کوئی پردہ سی جیسے گھر آیا
دل میں جب حرف آرزو نہ رہا
دیدہ تر میں تب اثر آیا
میں بھی اپنے خیال میں گم تھا
وہ بھی کھویا ہوا نظر آیا
یوں تو مجھ سے تھے سب برابر کے
سارا الزام ایک پر آیا
کتے منظر نظر سے گزرے ہیں
عید کا چاند جب نظر آیا
بل گئے ہونٹ اُس مسافر کے
تیرے کُچے سے جو گزر آیا
ہم سفر منزلوں پہ جا پہنچے
ایک واصف نہ راہ پر آیا

آپ جس دن سے مہرباں ٹھہرے
ہم غذا بول کے دریاں ٹھہرے
وقت ہر حال میں گزرتا ہے
وقت کا قافلہ کہاں ٹھہرے
آنسوؤں میں شباب ڈھل جائے
پانیوں میں کہاں کہاں ٹھہرے
پاؤں سے جب زمیں نکل جائے
سر پہ کیوں بار آسماں ٹھہرے
اب ترا نام لب پہ ہے واصف
اب کہاں خستہ کی زبان ٹھہرے

رخصت کے وقت صبر کی تلقین کر گیا
 ایمان ہی برا مجھے بے دین کر گیا
 رکھتا ہے اپنے پاس وہ اب تک مرے خطوط
 اپنے خطوط مجھ سے مگر چھپین کر گیا
 دامن میں اب تو کچھ بھی انا کے سوا نہیں
 میرا غم رو رہی مجھے مسکین کر گیا
 دستِ شفا بچھتا تھا میں جس کے ہاتھ کو
 وہ اپنے ہاتھ سے مری تکفین کر گیا
 وہ شخص جس کو حوصلے میں نے عطا کیے
 واصف وہ میرے غم کی تو بین کر گیا

شب چراغ

مست پوچھ کر میں کتنی بلندی سے گرا ہوں
دے مجھ کو دلاسا کہ میں اب ٹوٹ چکا ہوں
تو باعث ہستی ہے تو میں حاصل ہستی
اے تابشِ خورشید میں فترے کی لانا ہوں
شادابی گلشن میں وہ مصروفِ طرب ہے
میں درد کے صحرا میں جسے ڈھونڈ رہا ہوں
الفاظ کا مفہوم بدل جائے جہاں پر
اُس صورتِ حالات سے دوچار ہوا ہوں
اب جاں سے گزرنے کا ہے اک مرحلہ باقی
پرشتوں کی اذیت کا سفر کاٹ چکا ہوں

ہم نے اپنے دور میں کیا کیا دیکھا ہے
 تعبیروں نے خواب کے ناطہ توڑا ہے
 پاٹ رہی تھیں کرنیں اپنے سورج کو
 آنکھوں نے ایسا منظر بھی دیکھا ہے
 اک جیسے آنسو ہیں سب کی آنکھوں میں
 ہر انسان کا ہر انسان سے رشتہ ہے
 تو نے کیوں ماتھے پر رکھ لی یہ آنکھیں
 میں نے اپنا حق تجھ سے کب مانگا ہے
 وقت سے پہلے وقت بدل جانے کیے
 وقت بدلنے کا بھی موسم ہوتا ہے
 جب تازہ پیغام بلا ہے منزل کا
 اک اونچی دیوار نے رستہ روکا ہے
 اب تو اپنا ہونا بھی مشکوک ہوا
 اس نے میرا نام مجھی سے پوچھا ہے
 پھیڑ کے اندر کیوں افسردہ ہے واصف
 اس میلے میں ہر انسان اکیلا ہے

قدم قدم پہ تھا اک مرحلہ، میں کیا کرتا
 طویل ہوتا گیا فاصلہ، میں کیا کرتا
 ہر ایک شخص کو تھا زعمِ رہبری کہنا
 ہٹک رہا تھا مگر فاصلہ، میں کیا کرتا
 عینِ حیات عینِ عشق اور عینِ عقبی
 اُلجھ گیا تھا ہر اک سلسلہ، میں کیا کرتا
 تمہارے ساتھ کبے فیصلے کی فرصت تھی
 تمہارے بعد بھلا فیصلہ میں کیا کرتا
 بہت سنبھال کے رکھا تھا دل میں رازِ ترا
 وہ راز بن گیا جب مسئلہ، میں کیا کرتا
 مجھی سے مانگنے آیا وہ دادِ مجبوری
 اب اُس سے اُس کی جفا کا گلہ، میں کیا کرتا
 وہ آنسوؤں کی زباں جانتا نہ تھا واصفت
 مجھے بیان کا نہ تھا حوصلہ، میں کیا کرتا

پھر نگاہوں کو پیاس ہے آجا
پھر مرا جی اُداس ہے آجا
تو حقیقت ہے یا فناء ہے
وہم ہے یا قیاس ہے آجا
سُن رہا ہوں میں آہٹیں تیری
تو کہیں آس پاس ہے آجا
میں چلو گم سہی فسانوں میں
تو حقیقت شناس ہے آجا
کوئی دعوے نہیں تعلق کا
رحم کی التماس ہے آجا
اب حجابات کی ضرورت کیا
تیرگی کا لباس ہے آجا
کب سے ہے فتنہ ترا و اصف
کب سے ملنے کی آس ہے آجا

اُس کا کیا احتساب، اب سو جا
 جا کے آئے کوئی کب، سو جا
 دل کو ہر آرزو سے خالی کر
 مطمئن ہو کے بے طلب، سو جا
 بے بسی یہ کہ آدمی ہے تو
 تو نہیں ہے کسی کا رب، سو جا
 یہ بھی ممکن وہ خواب میں آئے
 نیند شاید بنے سبب، سو جا
 بچھ گئے ہیں چراغ محفل کے
 اب کہاں رونق طرب، سو جا
 یاد رکھ اس کو خود کو بھی نہ مجھلا
 نصف شب جاگ نصف شب سو جا
 زندگی کا ثبوت دے واصفت
 سو گئے ذی حیات سب، سو جا

میں نے افکار کے چہرے سے بنایا پردہ
 کم نیگا ہی کا ترے ذہن پہ چھپایا پردہ
 جو حقیقت پس پردہ تھی وہ پردے میں رہی
 ہم نے بس چوم کے آنکھوں سے لگایا پردہ
 یوں تو رحمت بنے تیری تیرے غضب پہ حاوی
 پھر بھی محشر میں مرا رکنا حشر لایا پردہ
 ایک پیغمبر مجھے شند ہواؤں نے دیا
 جب مری چھت پہ گرا آ کے پرایا پردہ
 اُن درختوں کو خدا رکھے سلامت و اصف
 جن درختوں سے غریبوں نے بنایا پردہ

خوشنویسے رنگ، رنگ سے خوشنویسے نکال دے
 دل کو بچھا کر شہرِ تمنا اُجال دے
 اپنے عمل کا آپ ہی اچھا سا نام رکھ
 کچھ ظہریٰ نگاہ کو حُسنِ مآل دے
 کچھ اور ہی طرح سے وہ ہوتی ہیں صورتیں
 تاریخِ جن کو اپنے لیے خدو خال دے
 اپنے سکونِ قلب کا کچھ اہتمام کر
 اس خانہٴ حُسن سے کدورت نکال دے
 تیرہ شبی حُسن سے باہر نکل گئی
 واصف اب اپنے درد کا سہج اُچھال دے

وہ میرا ہم سفر ہو ممکن ہے
 زندگی یوں بسر ہو ممکن ہے
 ہم جسے تیرگی سمجھتے ہیں
 وہ لباس سحر ہو ممکن ہے
 میرے آنسو بھی خشک ہو جائیں
 آنکھ اُس کی بھی تر ہو ممکن ہے
 وقتاً وقت ہی بدل جائے
 اتفاقاً نظر ہو ممکن ہے
 میں نے کبھی سمجھ لیا جس کو
 وہ ترا سنگِ در ہو ممکن ہے
 اب کوئی آرزو نہیں باقی
 یہ دُعا کا اثر ہو ممکن ہے
 مجھ کو اپنی خبر نہیں واضح
 تجھ کو میری خبر ہو ممکن ہے

کیوں لب پہ پڑے تالے؟
افسداک بلا دیں گے اک روز زمیں والے

کیا بفسری گاتی ہے؟
بیلے میں ہسار آئی ہساجن کو بلاتی ہے

کس طرح کامیلا ہے؟
ہے بھیڑ بڑی لیکن ہر شخص اکیلا ہے

کیوں چھپ گئے سب تارے؟
آنکھوں سے ٹپکتے ہیں دیکھے ہوئے انگارے

پنجابی کلام*

جو کیستی سو اگے آئی دودھ دا دودھ پانی دا پانی
کالی رات دھوڑے والی ایہو ڈین لے بندے کھانی

آون جہاؤن والا ساہ چُپ کر کے بے جہاندا راہ
میں رانجھے دی رانجھا میرا چاچا کید وخواہ مخواہ

رات ہنیری، کلہاٹاپو اتوں ماہ سیالا
میں وچ کلہا بیٹھ کے پیواں آب حیاتِی والا

دستورِ زالا لے دُنیا دا اُج کیستیاں تے کل بیتیاں نے
اگے آوندیاں اپنے آپ دے جی جھیریاں وچ دلاں دے نیتیاں نے
اتھے خالی جہا ہندیاں جھولیاں نے اودہ رہندیاں سدا بڑبولیاں نے
جہناں بکلاں دے وچ ماہی وسدا اودہ رہندیاں چُپ چپتیاں نے

میرے سر تے اُنبر ڈگیا میں تارے چُن دی جاں
میں اپنے آپ نوں ڈنگیا میں سپاں دی دی ماں

پنجابی کلام "بھرے بھڑولے" سے

اُدی نہیں اسمان اُتے اپنے آپ پتنگ
جہدے ہتھ دچ دورے تیری ابدیاں خیراں منگ
ایسہ حیاتی اپنی ساری رُوح تے بُت دا جھگڑا
راجھا راجھا کر دی مرگئی سہرے یار دی منگ

دل دے اندر خانہ کعبہ ساڈا ہویا گھر دچ ج
آپ امام تے آپ نمازی آپے بانگاں دیواں اُج
نیڑے آکے ویٹھے ساڈے دناں ای تے دس
دوروں چمکاں مار نہ سناں اینویں نہ سپا گج

ساڈی کوٹھی دلانے پا نہیں تے نہ سہی اپوں کھا
تیری سب خدائی دیکھی اس تو اگلی گل دکھا

اج کل میرے چار چوہیرے تیرے درداں لائے دیے
جیوں دیوے دی لوتے بیٹھے پیرے دار ہنیرے
میرے دل دی سب دے منکے، کجھ اسمان تے جا چمکے
باقی رات نے اوس بنا کے پھلاں اُتے کیرے
ایسہی کجھ تعبیر وی دسو، جم جم جیو، جگ جگ دسو
میں سفنے دچ کی ویندا ہاں، چھٹلاں بیٹھے بنیرے

شب چراغ

آپے اپنی رست بچوڑی آپے رو رو سستی
دُسن والی گل نہبیس کوئی، جو بیتی سو بستی
تیرا دوش نہیں اے کوئی، جو ہوئی اے رہتی ہوئی
ساڈے نال تے چنگی ساڈے آپے یکساں کبستی

اکھاں دے وچ وسن والا سوہنا نظر نہ آوے
دل نوں ٹھنڈک دیون والا دل نوں آگ لگاوے
کالی رات جدائی والی اپنا رنگ دکھاوے
پچھو نہ کیوں کالے ہو گئے سوہنے، پیلے ساوے
ہتھوں باز اڑا کے کسی تھلاں نوں ٹر جاوے
چسلی دا وچھوڑے والی کوئچ پئی کڑاوے
جیٹرا سوچ سمندر وٹیا، ڈبڈا ڈبدا جاوے
سُچا موتی سوچ سچی دا مرمر کے ہتھ آوے
آساں ماری ہیر وچاری زاریاں کر دی جاوے
رانجھا کن چ مندرائ پا کے آوے یا نہ آوے
دیوے خوشیاں دے بچھ جاوے، غم موسم جد آوے
دس دے شہر نہ ملدے چتھے ڈیرا عشق لگاوے
کاہنوں، کیویں، کد، کی ہویا خلقت بچھن آوے
لوکاں نوں دس تیرا واصف کیٹری گل سداوے

تصانیف

داصف علی داصف

* کرن کرن سورج — (نثر پارے)

* دل دیا سمندر — (مضامین)

* قطرہ قطرہ متلزم — (مضامین)

* The Beaming Soul

* حرف حرف حقیقت — (مضامین)

* بھرے بھڑولے — (پنجابی کلام)

* شب راز — (شاعری)

* بات سے بات — (نثر پارے)

* گفتگو — (سوال جواب)

* گمنام ادیب — (خطوط)